

سافول پارے

مدیکہ راجپوت



URDUNovelians

نقشہ
creation

U R D U N O V E L I A N S

سانول یاروے از قلم مدیحہ راجپوت

شانی جلدی کر آسٹیشن پہ ٹرین پہنچنے ہی والی ہوگی۔ چوہدرائیں نے غصہ کرنا ہے اگر ان کے بیٹے کا استقبال ان کے شایان شان نہ ہوا تو۔۔۔"

"کرتور ہی ہوا ماں اب کیا ہاتھ پاؤں میں کوئی مشین فٹ کروالوں کیا؟"

"بہت زبان چلتی ہے اگر چوہدرائیں نے سن لیا نہ تیرے ساتھ ساتھ میری بھی شامت آجائے گی کہ ان کا بیٹا شہر سے گاؤں آ رہا ہے اور ان کے کھانے کا انتظام ابھی تک نہیں ہوا۔"

"اماں اگر صبح جلدی جگا دیا ہوتا تو کیوں دیر ہوتی۔"

"شباباش ہے بیٹا میں پاگلوں کی طرح تجھے آوزے مار رہی تھی۔ اس کو جگانا نہیں کہتے ہیں کیا۔؟"

شانی ساگ کو دیسی گھی کا تڑکا لگاتے ہوئے مکئی کی روٹی کی تیاری کرنے لگی تو ساتھ ساتھ دونوں ماں بیٹی کی روز کی طرح نوک جھوک بھی جاری تھی۔

اتنے میں چوہدرائیں کی کڑک دار آواز دونوں کی بولتی بند کرنے کے لئے کافی تھی۔

"رشیدہ۔۔۔ رشیدہ۔۔۔"

URDU NOVELIANS

رشیدہ بوتل کے جن کی طرح چوہدرائیں کے سامنے حاضر ہو گئی۔

"رشیدہ کام کہاں تک پہنچ گیا ہے۔۔؟"

"چوہدرائیں شفی محمد گیا ہے آسٹیشن پہ باؤجی کو لینے اور استقبال کا بھی انتظام ہو گیا ہے۔ گاؤں والوں کے لئے مٹھائی اور کھانے کا انتظام ہو گیا ہے اور باؤ صاحب کے لئے کھانا جی شانوں نے بس تیار کر دیا ہے۔" شانو کا نام سنتے ہی چوہدرائیں کے منہ کے زاویہ بد لے۔

"تجھے کہا تھا نہ کہ اب سے شانی کو حویلی مت لایا کر کسی اور کا انتظام کر پر تجھے کوئی فرق پڑتا بھی ہے کہ نہیں؟"

"چوہدرائیں میں آج اس لیے آئی کے چھوٹے چوہدری جی آرہے ہیں اور کام زیادہ تھا۔ ورنہ میں نے سوچ رکھا تھا جی کے اس کا داخلہ کالج میں کروادوں دس کے بعد آگے پڑھ جائے گی تو آج کل کے دور کے مطابق چل سکے گی" رشیدہ کی چلتی زبان کو روکنے کے لئے چوہدرائیں کو ہاتھ اٹھا کے روکنا پڑا۔

"اچھا اچھا اب جلدی سے فارغ ہو جاؤ" اور چوہدرائیں کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"شانی کو مہتاب چوہدری کے سامنے مت آنے دینا اور باقی کا کام نبٹاؤ جلدی سے۔۔۔"

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

"جو یا پتر اے کینا سُو ہنا لگ رہا ہے نہ رنگ تیرے پہ پھولوں کی طرح کھل رہا ہے۔۔" لال رنگ کے دلہن کے جوڑے میں ملبوس ضویار حمان ملک شرماتے ہوئے پریوں سی خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں میں کئی خواب سجائے ہوئے بارات کے انتظار میں بے جی کے گھٹنوں پہ سر رکھ کے بیٹھی ہوئی تھی۔ بے

جی نے کبھی بھی ضویا کا صحیح نام نہیں پکارا تھا۔ جب بھی بلایا جویا ہی کہہ کے بلایا۔ یہ نام چوہدری رحمان ملک نے اپنی پسند سے رکھا تھا اپنی اکلوتی بیٹی کا نام جو کے اکبر ملک کے سات سال بعد منتوں مرادوں سے ان کی زندگی میں آئی تھی۔

رحمان ملک نے اپنے بچپن کے دوست سے بیٹی کا رشتہ پکا کیا۔ جو کے خاندان کی روایت کے خلاف تھا۔ ان کے خاندان میں لڑکیوں کی شادی خاندان سے باہر نہیں کی جاتی تھی پر رحمان ملک نے گاؤں کے چوہدری بننے کے بعد ہر فیصلہ اپنی مرضی سے کیا تھا۔ برادری والوں کی لاکھ مخالفت ہو پر رحمان ملک نے اپنی ہی مرضی کی۔ اور ضویا کا رشتہ امتیاز بیگ کے بیٹے ابراہیم سے کر دیا۔ جن کا اپنا کاروبار گنے کی ملوں کا تھا۔ اور ابراہیم شہر میں ہی پلا بڑا تھا۔ کبھی گاؤں آنا نہیں ہوا۔ گاؤں کے سارے کام امتیاز کے چھوٹے بھائی رفیق بیگ کے سر پر تھا۔ جو اپنی فیملی کے ساتھ گاؤں کی حویلی میں رہتے تھے۔ باقی کے سارے معاملات امتیاز بیگ نے سنبھال رکھے تھے۔ بیٹے نے پڑھائی مکمل کی تو دوستی میں کیا وعدہ نبھایا اور بیٹے کی شادی کے لیے اپنے ہی گاؤں کی لڑکی کے آگے کچھ نہ بھایا۔ اور تو اور جب سے ضویا کو دیکھا تھا امتیاز بیگ نے ان کو اپنے گھر کی گھر کی بہو کے روپ میں بہت بھائی تھی۔ ابراہیم بناماں کے پلا بڑا تھا اور خاندان کی بقا اسی میں تھی کے کوئی گھر سنبھالنے والی لڑکی لائی جائے۔

ابراہیم اپنے بابا سے بہت پیار کرتا تھا۔ ماں تو کبھی دیکھی نہیں تھی باپ نے ماں اور باپ بن کے پالا تھا۔ ابراہیم کی پیدائش کے وقت ہی نسرین بیگم اس دنیا سے پردہ کر گئی۔ امتیاز بیگ کو اپنی محبوب بیوی سے اتنا پیار تھا کہ کبھی دوسری شادی کا خیال ہی نہیں آیا اپنے آپ کو کام اور بیٹے کی پرورش میں غرق کر لیا۔

★★★★★★★★★★★★★★★★

URDU NOVELIANS

"باباجان میں آپ کی ہر بات مانوں گا پر میری بھی اک شرط ہے کہ پہلے میں لڑکی دیکھوں گا پھر ہاں کروں گا۔" ابراہیم دوستانہ انداز میں اپنے باپ سے مخاطب تھا۔

"ارے یار میں کہہ رہا ہوں نہ اُن کے ہاں ایسا رواج نہیں ہے ملنے مالانے کا۔"

"پر باباجان میں اپنی لائف کا فیصلہ ایسے کیسے کر لوں آپ ایک دفعہ بات تو کریں۔"

"اچھا یار میں بات کرتا ہوں رحمان سے دیکھوں اگر اس نے انکار کر دیا تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

"یو آر گریٹ باباجان۔" ابراہیم نے خوشی میں امتیاز بیگ کو گلے لگا لیا۔ امتیاز بیگ نے گاؤں فون کرنے لگے۔ ایک دم سے ابراہیم نے کچھ سوچتے ہوئے روک دیا۔

"روک جائے باباجان آپ ایسا کریں رفیق انکل کو کال کر دے میں بھائی تیمور کے ساتھ دیکھ لوں گا۔ اور کیسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ کیسا رہا میرا پلان؟؟؟" اور ساتھ ہی اپنے فرضی کالر کھڑے کیے اور باپ کی طرف دیکھا۔

"پر تم یا تیمور ان کے گھر کیسے جاؤں گے۔؟"

"وہ آپ ہم پر چھوڑ دے باباجان بس آپ اجازت دے۔" امتیاز بیگ نے کچھ سوچتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے پر کو الٹی سیدھی حرکت مت کرنا سمجھے۔" امتیاز بیگ نے انگلی اٹھا کے بیٹے کو تنبیہ کیا۔

"او کے باباجان جو آپ کا حکم"

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

ابراہیم گاؤں پہنچا تو رفیق بیگ نے پُرجوش انداز میں استقبال کیا۔ ساتھ میں تیمور اور احسان (پچازاد بھائی) اور نعیمہ چچی تھی۔ ان کے ساتھ باتوں اور کھانے کا دور چلا۔ ابراہیم ان سب سے فارغ ہو کر آرام کے غرض سے کمرے کی طرف جا ہی رہا تھا تو کچھ یاد آنے پر تیمور کے کمرے کی طرف ہولیا۔ اور دروازے پہ دستک دی جو توقع کے مطابق کھلا ہوا ہی ملا۔

"تیمور یا ایک بات کرنا تھی اگر وقت ہو تو۔۔"

"ارے یا کیسی باتیں کرتے ہو تمہارے واسطے تو وقت ہی وقت ہے بولو کیا بات ہے۔"

"میں یہاں رشتے کے سلسلے میں آیا ہوں۔"

"پر میری تو کوئی بہن نہیں جس کا تم رشتہ مانگوں۔" اور دونوں قہقہے لگا کے ہنسے۔

"نہیں یا بات کچھ یوں ہے۔۔۔"

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

ابراہیم اور تیمور دونوں گاؤں والوں کے حلیے میں چوہدری رحمان ملک کی حویلی کی طرف گئے اور انتظار کرنے لگے کب لڑکیوں کا ٹولا کنوئیں کی چھور کی طرف روانہ ہوگا۔ اسی اثنا پر کچھ لڑکیاں حویلی سے نکلی رنگ برنگے شلوار سوٹ میں خوش گپیوں میں مصروف آس پاس سے بیگانہ کوئی ان پہ نظر رکھے ہوئے ہے۔ جب کنوئیں والی زمین پہ پہنچی تو ایک لڑکی اپنے پیچھے چلتے دونوں جوانوں کو دیکھا اور سب کو آگاہ کیا۔ ایک لڑکی نے دونوں بازوؤں کو اوپر کیے اور کمر پہ دونوں ہاتھ رکھ کے بولی۔

"کون وے تو سی پیٹڈ دے تے نہیں لگدے ورنہ اس طرف آنے کی جرت نہ کرتے ابھی اور اسی وقت بھاگ جاؤں ورنہ ہمارے ویرجی کو پتہ چل گیا نہ تو تم لوگوں کا نقشہ ہی بدل دے گے۔" ابراہیم نے گھور

URDU NOVELIANS

کے پانچوں لڑکیوں کو دیکھا تو اسے کوئی بھی اتنی خوبصورت نہ لگی جتنی تعریف بابا جان نے کی تھی اور بد مزہ سا ہو گیا۔ تیمور نے آگے بڑھ کے ان سے کہا۔

"کیا طوپ چیز ہے تمہارے ویر جی ہم بھی کسی سے کم نہیں ہے بلالے جس کسی کو بھی بلانا ہے۔ دیکھنا سب ہمارے آگے پیچھے گھومے گے شرط لگا کے کہہ سکتا ہو۔" اب کے ایک اور لڑکی نے بھی حصہ لیا اور بولی۔

"زیادہ تیس مارخان نہ سمجھوں اپنے آپ کو ابھی کے ابھی چلتے بنوں ورنہ تم اس دنیا سے گئے سمجھوں۔" اتنے میں ان کے پیچھے ایک جیپ آکر روکی جس میں ایک اترنے والے بارعب آدمی سفید کلف لگے سوٹ اور پشاوری چپل ماتھے پہ تیوریاں لئے ان کے پاس آیا۔ اور لڑکیوں کے توطوطے اڑ گئے۔

کیا ہو رہا ہے سب؟
سب سے پہلے بولنے والی لڑکی نے تھوک نگلا اور بولی۔

"ویر جی ہم نہیں جانتے یہ ہی پیچھا کر رہے تھے ہمارا۔ ہم نے تو زمینوں پہ آنے سے روکا پر یہ کالے سوٹ والا ہے نہ اس نے کہا بلاؤ اپنے ویر کو دیکھ لے گے۔ اب آپ بتاؤں ان کو ہم تو چلتے ہیں۔"

"کوئی کہیں نہیں جائے گا۔ جیپ میں بیٹھوں اور حویلی پہنچوں میں ان لڑکوں کو دیکھتا ہو۔" تیمور نے ابراہیم کی طرف دیکھا جو کہ جیپ میں بیٹھے وجود پہ نظرے جمائے ہوئے تھا۔ منہ تو چھپا رکھا تھا پر بڑی بڑی کانچ سی آنکھیں جو سید ادل میں اتر رہی تھی۔ ابراہیم کو لگا ہونا ہو یہ وہی حسینہ ہے پر پوچھے کس سے۔ شکر کے نکلی مونچھیں لگا رکھی تھیں۔ کل کو کسی نے پہچان لیا تو مشکل تو نہ ہوتی۔ پر وہ اسکا دل چاہا

کہ وہ کاجل سے بھری آنکھوں والی لڑکی کے پاس جائے اور اس کے رُخ سے نقاب ہٹا دے اور بتائے اس سے ملنے کے لئے کسے وہ یہاں تک آیا ہے پر اب رہ رہ کے اپنے ہی پلان پہ غصہ آ رہا تھا سیدھے سے ملنے کی بجائے پچکانہ حرکت کر بیٹھا۔ تیمور نے زور سے ابراہیم کا کندھا ہلایا اور کہا۔

"بتاؤں ان کو ہم کون ہے۔" پر ابراہیم کسی کی آنکھوں میں ہی غرق ہوا تھا اُسے کیا ہوش۔ اور بولا۔
"میں۔۔۔ میں تو صرف ایک لڑکی کو دیکھنے آیا تھا پر لگتا ہے واپس نہیں جا پاؤں گا۔" تیمور کا تو رنگ ہی اُڑ گیا۔

"کیا بہکی بہکی باتے کر رہے ہو اپنا تعارف کرواؤ میرے بھائی۔" اور ابراہیم بولا کچھ۔
"اب تو لگتا ہے انہی کی تعریف کرنی ہے عمر بھر۔" اتنا ہی کہنا تھا کہ چوہدری اکبر ملک کا پارا آسمان کو چھو گیا۔ جو انجان گاؤں والوں کو اپنے مطلق بتانے کا موقع دے رہا تھا۔ اور زور سے ایک مٹکا ابراہیم کے منہ پر جڑ دیا اس آفت کی تاب نہ لاتے ہوئے زمین پر جا گرا۔ پھر بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ تیمور کی تو جان پہ بن آئی دوسری جیب سے کچھ اور آدمی بھی اُتر آئے اور اپنے مالک کی پیروی کرنے لگے اور دونوں کو مار مار کے منہ ہی سُجھا دیا۔ تیمور کو خبر ہوتی ایسا کچھ ہونے والا ہے وہ کبھی ابراہیم کا ساتھ نہ دیتا۔ ابراہیم نے صرف اتنا بتایا تھا کہ چوہدری رحمان ملک کی بیٹی سے شادی کرنی ہے۔ کیوں؟ کب؟ کیسے؟ جیسے سوال پہ بس اتنا کہا تھا مل کے بتاؤں گا۔ اور اپنی دورگت بنتے تیمور کو مظلوم آدمی کی طرح معافی مانگنا پڑی جس کی بہن کو چھیڑنے کی سزا مل رہی تھی ان کو۔ اکبر ملک دھاڑے۔

"آگے سے اس گاؤں کے آس پاس بھی نظر آئے تو آج تو معاف کیا پر اگلی دفعہ اس دنیا سے بنا معافی سے جاؤں گے۔" اور جیب میں بیٹھ کے حویلی روانہ ہو گئے۔ ابراہیم اور تیمور اپنے زخم سہلا کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ تیمور غصے سے ابراہیم کو قوس رہا تھا۔

URDU NOVELIANS

"آگے سے مجھ سے کسی اچھائی کی امید مت رکھنا۔ تف ہے تیری زندگی پہ جو ایک بچاؤں کا لفظ تیرے منہ سے نکلا ہو حالت بگاڑ کر رکھ دی ہے سالے نے۔" ابراہیم مسکراتے ہوئے بولا۔

"چن کے لفظ استعمال کیا ہے سالہی تو ہے وہ میرا۔" تیمور منہ بگاڑتے ہوئے بولا۔

"تف ہے تیری زندگی پہ"



چوہدری مہتاب ملک اپنی تعلیم کے لئے شہر لاہور کی پنجاب یونیورسٹی میں تھا۔ پڑھائی مکمل ہونے پہ اپنے گاؤں میں مختلف اور آسان طریقوں سے کاشت کاری سیکھانے کا خواہشمند تھا۔ آج ڈگری لے کے گاؤں روانہ ہونے ہی والا تھا۔ جب مہتاب کے بیسٹ فرینڈ شازیب باجوانے درخواست کی وہ بھی گاؤں دیکھنے کا خواہشمند ہے۔ یہ نہیں تھا کہ امتیاز ملک ان پانچ سالوں میں کبھی نہ کہا ہو کہ گاؤں دیکھتا ہوں جناب کا موڈ ہی کبھی نہ بنا تھا۔

"آج کیسے موڈ بن گیا تمہارا گاؤں جانے کا۔۔؟" مہتاب نے سرسری ہی پوچھا۔

"کیوں میں گاؤں نہیں جاسکتا ماں جی سے وعدہ کیا تھا کہ اس دفعہ لازمی تمہارے ساتھ آؤں گا سو سوچا تیری بھی یہ کچ کچ ختم ہو گاؤں چلنے کی۔" مہتاب نے پکینگ کرتے ہوئے ایک تکیہ اٹھا کے شازیب کو مارا۔

"بک مت اپنا کوئی مطلب ہو گا ورنہ تیرا موڈ بنتا ہے۔"

URDU NOVELIANS

"کیا کرے بہت خود پسند قسم کے انسان واقع ہوئے ہے جب دل مانتا ہے تو اس دل کے پیچھے پیچھے ہو لیتے ہے۔ تمہاری پیکنگ ہو گئی ہو تو میری بھی کر دینا ورنہ تیرا وہ خادم ہے اُسے کہہ دینا یا بہت کام کا بندہ ہے۔"

"وہ خادم اماں نے میرے لئے گاؤں سے بھجوا رکھا ہے نہ کہ تمہارے لئے"

"یار ہی یاروں کے کام آتے ہے۔۔"

"تم تو میرے کبھی کام نہ آئے۔۔" مہتاب نے آنکھیں بری کر کے شازیب کو گھورا۔

شازیب عورتوں کی طرح کمر پہ ہاتھ رکھ کے "ابھی بول کیا کام ہے نہ کروں تو کہنا جلدی جلدی۔ کھڑا ہو گیا۔ مہتاب مسکراتے ہوئے بولا۔ "جایا اپنی پیکنگ کر ٹرین کا ٹائم ہونے والا ہے۔"

"ہیں۔۔۔ ہم ٹرین سے جائیں گے؟؟؟"

"ہاں تو اور کیا۔" لیکن کیوں حویلی سے کوئی لینے نہیں آئے گا۔؟"

"یار میں نے منع کیا تھا کہ کسی کو مت لینے بھیجیں میں خود آ جاؤں گا۔ ماں جی تو مان نہیں رہی تھی پر پھر بھی میں کچھ سامان اور گاڑی کو گاؤں کی طرف روانہ کر دیا اور خود ٹرین کی ٹکٹ کٹوا لی۔ تجھے ٹرین میں جانا ہے تو چل۔" شازیب تنگ تھا امتیاز کے عجیب سے اڈوینچرز سے۔

"چلو یہ بھی کر لیتے ہیں تیری دوستی میں۔ میں نے کبھی ٹرین کا سفر نہیں کیا پر تیرے لئے یہ بھی منظور۔" اور دانت نکالنے لگا

مہتاب اس کے اس طرح دانت نکالنے پہ سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ کیا؟

"کچھ نہیں یار میں تو گاؤں کی الہڑٹیاریوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ ماں جی نے کہا تھا جب بھی گاؤں آئے تو یہی تمہارے لئے لڑکی دیکھوں گی۔" مہتاب کا زوردار مکاشزیب کو پڑا۔

"اس لیے جارہا ہے تو اور میں بھی کہوں سالوں بعد کیسے دل کر گیا تمہارا

شازیب اپنی بازوؤں سسلاتے ہوئے بولا۔

"ہاتھ ہے کے پتھر جان ہی نکال دیتا ہے۔" مہتاب ہنسنے لگ گیا۔

"تیرے ساتھ اور بھی بُرا کرنا چاہیے۔ میرے گاؤں کی لڑکیوں پر کوئی میلی آنکھ مت رکھنا بہت خطرناک طریقے سے پیش آسکتا ہو" مہتاب نے انگلی اٹھا کے دھمکایا۔

"ہاں ہاں دیکھا ہے تم کو ساری یونیوسٹی لائف تیرے ساتھ برباد کر دی آج تک نہ خود کسی لڑکی کو آنکھ اٹھا کے دیکھا اور نہ مجھے دیکھنے دیا۔ کبھی کبھی تو لگتا میرے ماں باپ وہ نہیں جو گھر پہ ہے بلکہ تو ہے ہر کام میں روک ٹوک ہوہم۔۔۔"

"حد ہے۔۔۔ تیرا ہی بھلا ہے اس میں اپنے لیے بہتر عورت چاہتے ہو تو خود بہترین بن کے دیکھاؤ۔"

"چلوں جلدی تیار ہو جاؤ سٹیشن بھی پہنچنا ہے۔" دونوں نے کندھے پہ ڈالنے والے بیگ تیار کیے اور سٹیشن کو روانہ ہوئے۔ سٹیشن گہما گہمی اپنے عروج پہ تھی۔ سب سے پہلے شازیب کے لئے ٹکٹ خریدہ اور ٹرین کا پلیٹ فارم نمبر ڈھونڈا اور ٹرین چلنے تک دونوں سٹیشن پر گھومتے رہے۔ ٹرین نے اپنا مخصوص ہارن بجا کے باور کروایا کہ وہ روانگی کے لئے تیار ہے۔ تو دونوں ٹرین کے لئے لپکے سیٹ تک نہ ملی جلتی ٹرین کے سفر کا جو مزہ دروازے میں کھڑے ہو کے ملتا ہے وہ سیٹوں میں کہا۔ مختلف سٹیشنز کے پکوڑے، سواریوں کا رش، عورتوں کا سیٹ کے لئے جھگڑنا وقت کب پر لگا کے گزرا دونوں کو پتہ ہی نہ

چلا اور اپنی منزل پہ پہنچنے پہ ادراک ہوا کہ وہ گاؤں پہنچ گئے ہیں۔ کیونکہ آدھے سے زیادہ گاؤں والے لینے سٹیشن پر آئے تھے۔ پھولوں کے ہار پہنائے گئے ڈھول تاشے اور پھولوں کی بوچھاڑ سے استقبال ہوا اور جیپ میں بیٹھ کے سب گاؤں کے لئے روانہ ہوئے۔ شازیب کے لئے یہ الگ ہی دنیا معلوم ہوئی۔ اس نے کبھی ایسا جوش اور ولولہ نہیں دیکھا تھا۔ جوان سب میں بھرا ہوا تھا۔

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

"بی بی صاحب چھوٹے چوہدری آگئے نے جی ساتھ میں ایک نوجوان بھی ہے۔۔ ماشا اللہ بہت سونے لگ دے پئے نے جی۔" مہتاب اور شازیب دونوں حویلی میں سب سے ملتے ملا تے چوہدرائیں کے پاس پہنچے تو ماں صدقے واری جارہی تھی۔

"دو سال تک شکل نہ دیکھانے کی قسم کھائی رکھی تھی۔ باپ کے بعد ذارہ رحم نہ آیا اپنی ماں پہ کیسے اکیلے سب دیکھ رہی ہوگی اور اپنے آپ جو دیکھ کتنا کمزور ہو گیا ہے۔ نہ شفای کو لانے بھیجا بہت خود مختار ہو گیا ہے۔" مہتاب ماں کے گلے لگاؤں کے شکوے سن رہا تھا۔ جو کہ بجا تھے پر کیا کرتا۔ باپ سے وعدہ لیا تھا کہ اپنے گاؤں کی بھلائی کی خاطر اپنی تعلیم مکمل کرے گا۔ لوگوں کی مدد کے لیے نئے طریقوں سے آشنا کروائے گا۔ جدید دود کے ساتھ چلنے کے لیے سیکھنا اور علم حاصل کرنا سب سے پہلا عمل ہے سو وہ ہی کیا۔ گاؤں آنا جاننا رہتا تو کبھی بھی پڑھائی میں دل نہ لگا پاتا۔

"ماں جی آپ صحیح کہہ رہی ہیں اس کے کان کھینچنے والے ہوئے ہیں۔ یہ تو مجھے کبھی نہ لاتا وہ تو میں اس کی منتیں کر کے آیا ہوں کہ مجھے ماں جی سے ملنا ہے۔ مجھے بھی ساتھ لے کے جاؤ۔" شازیب نے دونوں جذباتی ہوتے ماں بیٹے کو دیکھا تو اپنی راگ اپنے لگ گیا۔

"جھوٹ ہے ماں جی سراسر جھوٹ بول رہا ہے۔ یہ یہاں صرف اپنے رشتے دیکھنے آیا ہے۔ اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"بک مت مہتاب میں ایسا ہر گز نہیں ہو ماں جی۔" دونوں کی نوک جوک سے لطف اندوز ہوتی شانی رسوئی کے دروازے کے پاس کھڑی سب دیکھ رہی تھی۔

"کتنا پیار ہے نہ دونوں میں اماں۔ اور چوہدائیں بھی آج کتنے پیار سے بول رہی ہیں۔ ورنہ تھانیدارنی بنی رہتی ہے۔" رشیدانے اپنی بیٹی کی چلتی زبان کے آگے ماتھا پیٹ لیا۔ پر اس کو عقل نہ آئی۔ کوئی سن لیتا تو۔۔

"شانی تو گھر جا میں حویلی کے کام نبٹا کے آتی ہو۔" شانی اپنی ایڑیوں پہ گھوم کی رشیدہ کے آگے ہاتھ لہرا کے بولی۔

"بالکل نہیں میں آپ کو سارے کام کیسے کرنے دوں۔ پہلے ہی طبیعت صحیح نہیں ہے اور آج ویسے بھی اتنا زیادہ کام ہے۔ ابھی گاؤں والوں کی روٹی کا انتظام دیکھنا ہے پھر جاؤں گی بے فکر ہو کر۔"

"تو تے بے فکر ہو جائے گی پر چوہدراؤں نے مجھے فکر میں ڈال دینا ہے۔ بہتر ہے تو گھر جا۔"

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

مہتاب اور شازیب دعوت سے فارغ ہو کے باغ کی طرف چل دئے۔ اور باتوں باتوں میں ان کی نظر اماں رشیدہ پہ پڑی۔ مہتاب نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔

"خُدا یا۔۔ میں تو اماں رشیدہ سے ملا ہی نہیں۔" شازیب نے اپنی آبروئے اچکا کے پوچھا۔

"اب یہ کون ہیں۔" مہتاب شازیب کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا۔ اماں رشیدہ کے پاس پہنچا اور سلام کرتے سر جھکا کے اماں سے پیار لیا تو شازیب نے بھی پیروی کی اماں رشیدہ نے دونوں کو باری باری پیار دیا۔

"کیسی ہیں اماں۔۔۔ آپ تو نظر ہی نہیں آئی۔"

"اللہ کا شکر باؤپتر اللہ جگ جگ جوانیاں مارے۔ میں کہاں ہونا آج کام زیادہ تھا اس لیے موقع ہی نہیں ملا سکا۔" اور آپ مجھ سے ملا بنا ہی جا رہی تھی۔۔۔" مہتاب نے شکوہ کیا۔

"نہ باؤ صاحب میری مجال ایسی۔"

"ارے اماں میں مزاق میں کہہ رہا تھا۔ آپ گھر جا رہی ہیں کیا؟ آئیں میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں۔" اماں رشیدہ نہ نہ کرتی رہ گئی پر مہتاب نے ایک نہ سنی اُن کی۔ جب گھر کا دروازہ کھلا اچانک سے جس شخصیت پر مہتاب کی نظر پڑی ایک دم سے اُس کا رنگ ہی اڑ گیا۔ ہو بہو وہی شکل ویسی ہی آنکھیں پر یہاں اس جگہ کیسے اور اچانک سے پوچھا۔

"اماں یہ کون ہے۔۔۔" اماں ایک دم سے گھبرا گئیں۔ ہڑبڑاہٹ میں بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔ "یہ۔۔۔ یہ میری بیٹی ہے شانی۔۔۔ باؤجی۔" مہتاب نے آج سے پہلے رشیدہ اماں کی بیٹی کا سُن تو رکھا تھا پر دیکھا کبھی نہیں تھا۔ یہ پہلا اتفاق تھا اور اس کا چہرہ کسی کی یاد دلا گیا کچھ یارئیں آنکھوں کے سامنے ریل کی طرح گزری اور بہت کچھ یاد کروا گئی آنکھوں کے کنارے چپکے سے صاف کیسے اور دوبارہ گاڑی کی طرف ہو اور چابی شازیب کو تھا کے خود شازیب کی بگھل والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

شازیب اس کی حالت دیکھتے ہوئے پوچھے بنانہ رہ سکا جو آتے ہوئے اتنے خوشگوار انداز میں تھا۔ اچانک سے اتنا سنجیدہ کیسے۔

"کیا ہوا ہے تم کو اس طرح منہ کیوں اُتر گیا ہے۔ اماں کی بیٹی سے کوئی ناراضی ہے کیا پر وہ اتنی خوبصورت ہے ایک دفعہ دیکھنے سے انسان سب بھول جاتا ہے۔" مہتاب نے گھور کے شازیب کو دیکھا۔ "گاڑی چالاک بک مت کر۔۔۔" رات بھی ساری اسی میں گزری کے پوچھے ماں جی سے کہ نہیں پھر سوچتے ہوئے آنکھ کب لگی پتہ ہی نہ لگا.....

مہتاب نے جب سے رشیدہ اماں کے گھر اُس لڑکی کو دیکھا وہ اُن سے اس کا نام پوچھنا چاہتا تھا۔ آیا یہ واقع وہ ہی ہے جو وہ سوچ رہا تھا یا اس کا وہم ہے۔ شازیب کو بھی اس نے بتایا تو اس کا کہنا تھا۔

"میں نے سن رکھا ہے دنیا میں ایک ہی شکل کے سات لوگ ہوتے ہیں۔۔۔ پر ایک ہی گاؤں میں ایک ہی شکل کے دو لوگ کیسے ہو سکتے ہیں۔" یہی سوچ سوچ کے بُرا حال ہو رہا تھا کہ کسی کو شک بھی نہ ہو اور اس کا کام بھی بن جائے۔ مہتاب نے رشیدہ اماں کے گھر کی راہ لی اور ان کے گھر پر پہنچ کے دستک دی تو دروازہ کھولنے والی شخصیت وہ ہی تھی۔ اور آنکھیں اُسی کے چہرے کا طواف کرنے لگیں۔ شانی نے گھبرا کے دروازہ بند کر دیا۔ مہتاب کو شک سا لگا۔ "دروازہ کیوں بند کیا۔؟"

"وہ اماں گھر پر نہیں ہیں مجھے لگا وہ ہو گئی اسی لیے بنا پوچھے کھول لیا۔"

"اچھا اندر تو آنے دو میں اماں کا انتظار کر لوں گا۔"

"معاف کیجیے گا پر اماں نے کسی بھی غیر مرد کو گھر میں آنے سے منا کیا ہے۔ ان کی غیر موجودگی میں تو میں ایسا کبھی نہیں کروں گی جو کہنا ہے ایسے ہی بول لے۔" شانی اپنی رفتار میں بھر سے بولتی چلی گئی۔ مہتاب نے اپنے سر پر چپت لگا کے مسکرایا۔

"اچھا تو لگتا ہے جیسے آپ مجھے پہچانی نہیں ہیں جو ایسا کہہ رہی ہیں۔؟"

"میں آپ کو اچھے سے پہچان گئی ہوں۔ آپ حویلی سے آئے ہیں اور چوہدرائیں کے بیٹے ہیں۔ جو کل شہر سے آئیں ہے اور رات کو اماں کو گھر چھوڑنے بھی آئے تھے میں سب جانتی ہوں۔" شانی نے میں سب جانتی ایسے کہا جیسے اپنی ہوشیاری منوار ہی ہو کی مجھے سب پتہ ہے۔ مہتاب کی مسکراہٹ اور گہری ہوئی۔

"واہ۔۔ آپ تو کافی عقلمند ہے۔ ایم امپریس۔۔"

"پوچھ سکتا ہوں اماں کہاں گئی ہے۔؟" شانی اپنے لئے عقلمند کا لفظ سن کے بے حد خوش ہوئی اور جلدی سے بتانے لگی۔

"اماں میرے کالج کا یونیفارم لینے گئی ہیں۔ آج میرا داخلہ ہوا ہے کالج میں اُسی کی وجہ سے بازار گئی ہیں۔ میں نے تو کہا تھا کہ میں بھی ساتھ چلوں گی۔ پر کہتی ہیں تم ہر دکان کے آگے کھڑے ہو کے کہنا مجھے یہ بھی چاہیے اور یہ بھی کیونکہ ایسا سب کچھ عاشری کے پاس بھی ہے اب بھلا میں اتنی بیوقوف ہو گیا۔ عاشری کے پاس جو کچھ ہے ویسا تو میں پہلے ہی خرید چکی ہو پھر سے کیوں خریدوں گی۔" شانی اپنی جوں میں شروع ہو چکی تھی۔ یہ سوچے بنا کے وہ کس سے ہم کلام ہے۔ مہتاب کا دل کیا تھقہ لگا کے ہنسنے پر وہ اس کو بیوقوف نہیں کہنا چاہتا تھا۔ کچھ دیر پہلے اُسے عقلمند کہہ چکا تھا۔ جو کے اپنی سادگی میں طنز کو بھی نہیں سمجھ سکتی تھی۔ اور اپنی ہنسی کنٹرول کرتے ہوئے حویلی کی راہ لی۔



اگلے چار دن ابراہیم اور تیمور نے اپنے منہ کے زاویوں کو صحیح کرنے میں لگا دیئے۔ رفیق بیگ کا ہر دفعہ سامنا ہونے پہ ان کو یہی کہنا تھا پٹ کے آئے ہو پر شرمندگی سے بچنے کے لئے سارا الزام موٹر گاڑی پر ڈال رہے ہو۔ اسلیے دونوں نے کمرے میں منہ چھپا کے چار دن کیسے گزراے وہی جانتے تھے۔ تیمور کو بس ان لڑکیاں سے بدلہ لینا تھا۔ جنہوں نے فضول میں مار پڑوا دی بھلہ ہم نے نے کون سا چھیڑا تھا جو ایسا کیا۔

اور ابراہیم کو اس نقاب آنکھوں والی سے سچا عشق ہو چکا تھا۔ اسے یہی تھا ہونہ ہو وہی رحمان انکل کی بیٹی ہے۔ پر تصدیق کیسے کرے اس بات کی۔ اور پھر سے تیمور کے پاس پہنچ گیا۔

تیمور یار تم سے ایک کام تھا۔

"ایک لفظ نہیں سُننا مجھے تمہارا"۔ تیمور نے اس کے پھر سے پڑنے والے کام کو اچھے سے جانتا تھا کہ کیا ہو سکتا ہے۔

"دیکھو یار میں یہاں جس کام سے آیا تھا۔ وہ تو کرنا ہی ہو گا نہ اب اس کے لیے جان جاتی ہے تو جائے میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔"

"اور کہاں لکھا ہے کہ تمہارے اس میشن میں میرا قربان ہونا ضروری ہے۔" تیمور نے چبا چبا کے کہا۔

"لو بھلا بھائی، بھائی کے کام نہیں آئے گا تو کیا دشمن کام آئیں گے کیا۔؟" ابراہیم نے معصوم سی صورت بنا کے کہا۔ تیمور نے منہ دوسری کر لیا۔

"مجھے اپنا دشمن ہی سمجھوں۔ مجھے پہلے ہی ان لڑکیوں پر غصہ ہے اور تم تو بات ہی نہ کرو۔"

"اچھا یار ہاتھ جوڑ کے معافی مانگتا ہوں۔ اب ایسا کچھ نہیں ہوگا اور اب کی دفعہ سب پلان کر کے کریں گے۔ تم نے ان لڑکیوں سے بدلہ بھی تو لینا ہے" ابراہیم نے اپنا پینتر ابدل کر تیمور کو منانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ تیمور کچھ سوچتے ہوئے گردن ہلارہا تھا۔

"لڑکیاں نہیں صرف ایک لڑکی جس نے اپنے مسنڈے بھائیوں سے ہماری خاطر توازن کا سامان بنوایا تھا۔"

ابراہیم اور تیمور نے حویلی کے ایک ملازم کو کچھ پیسے دیئے اور اپنی طرف کیا اور لڑکیوں کی ساری انفارمیشن حاصل کی۔ جمعہ کے دن وہ سب لڑکیاں لازمی کنویں والی زمیں پہ آتی تھیں۔ یہی صحیح موقع تھا ضویا کو دیکھنے کا۔ اور وہ خود ایک دن پہلے جا کے آس پاس کی جگہ دیکھ آئے تھے۔ پہلے جیسی کوئی بیوقوفی افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ابراہیم کے بابا نے ایک ہفتے میں شادی کی تاریخ مقرر کر دی تھی۔ دونوں نے خود کو محفوظ جگہ چھپا لیا جہاں سے وہ سب پر نظر راہ کر سکتے تھے۔ یعنی درخت کے اوپر یہ آئیڈیا تیمور کا تھا۔

"درخت پر کس کی نظر نہیں جائے گی اور ہم سب پہ نظر بھی جمالے گے۔"

"تمہیں یقین ہے نہ ہم کچھ غلط نہیں کر رہے۔" ابراہیم نے درخت پر چڑھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں یار یقین رکھوں مجھ پر اور بسم اللہ کرو۔ آج بھابھی کا دیدار ہو ہی جائے گا انشاء اللہ۔"

برگد کے پیڑ پر دونوں چھپ کے تو بیٹھ گئے پر جس جگہ تیمور بیٹھا تھا۔ وہی پینگ کے لئے رسی بندی تھی جس پر تیمور کی نظر نہ گئی۔

سب لڑکیاں ٹولیوں کی شکل میں کنوے کی زمین کی طرف آنے لگ گئی تھیں۔ کنوے کی زمین خاص گاؤں کی عورتوں اور لڑکیوں کے لیے گوسپ پوائنٹ اور ملنے ملانے کی جگہ تھی۔ جہاں شام مغرب سے پہلے تک آنا جانا لگا ہی رہتا تھا۔ دونوں آنے والی سب لڑکیوں کو دیکھ رہے تھے۔ کہی تو اُس دن والی لڑکیاں نظر آجائے۔ حویلی کے ملازم نے بھی آج کے دن کا کہا تھا کہ وہ سب ضرور آئیں گی۔ ایک دم سے تیمور نے دور سے آتی چھ لڑکیوں کو دیکھا جو حویلی والی لڑکیاں ہی تھیں دونوں کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔ ابراہیم کی نظر بڑی سی چادی میں لپٹی نقاب والی کی طرف ہی ٹھہر گئی۔ "وہ وہی ہے۔" ابراہیم نے اکسائمنٹ میں بول گیا۔ جس پر تیمور نے گھور کر خاموش رہنے کی تنبیہ کیا۔

جب سب کنوئیں کے پاس پہنچی تو پہلی دفعہ اس لڑکی نے اپنا نقاب ہٹایا ابراہیم دیکھتا ہی راہ گیا آنکھیں تو خوبصورت تھیں جس پہ کھڑی ناک اور پھولوں کی طرح لال ہونٹ کوئی گلاب سے دھکتے گال حور معلوم ہوتی تھی۔

"کہتے ہیں جنت میں حوریں ملیں گی مجھے تو لگتا اللہ نے زمین پر ہی حور سے نواز دیا ہے۔"

ابراہیم نے بڑی بڑی آنکھوں والی لڑکی کو دیکھ کے کہا۔ جس پر تیمور نے بھی ہاں میں سر ہلایا۔ اتنے میں پینگ پر کوئی موٹی سی لڑکی آکر بیٹھی اور درخت کی پگڈنڈی ٹوٹ گئی۔

"ہائے میں مر گئی سب"

"ہائے میں مر گیا۔"

لڑکی گری سو گری لڑکا کہاں سے آیا سب ہجوم کی طرح تیمور کے ارد گرد جمع ہو گئی۔ اُسی دن والی لڑکی نے آگے آگے کمر پہ دونوں ہاتھ رکھ کے گھور کے دیکھا۔

"تم وہی ہونہ جس کی ویرجی نے خوب پٹائی کی تھی۔ مطلب چین نہیں آیا تھا کیا جو پھر سے آگئے ہو۔"

"بانو کون ہے یہ تم جانتی ہو۔" کسی لڑکی نے پوچھا۔

"لفنگے ہیں لڑکیوں کو تاڑتے ہیں۔ کہا ہے تمہارا جوڑی دار آج تو خیر نہیں اُس دن تو بچ گئے تھے آج نہیں۔" اتنے میں ابراہیم برے آرام سے درخت سے نیچے اُتر آیا۔ اور ان سے اپنے آنے کی اصل وجہ بتانے لگا۔ کہ اب کی دفعہ مار نہیں کھانی کیونکہ شادی کا دن نزدیک ہی تھا۔ وہ اپنے چہرے کا حلیہ نہیں بگاڑنا چاہتا تھا۔

"بہنوں سنیں ہم کوئی لوفربد معاش نہیں ہیں۔ بس رحمان چوہدری کی بیٹی کو دیکھنے آئیں ہیں۔ آج انکوں دیکھ لیا بس اب ہم چلتے ہیں کیونکہ اگلے ہفتے ہماری شادی ہے۔" چادر والی لڑکی طرف اشارہ کر کے کہا۔ بانو اپنی ایڑیوں پر گھوم کر ابراہیم کی طرف موڑی اور کھا جانے والی نظروں سے ابراہیم کو دیکھا۔

"کون رحمان چوہدری کی بیٹی ہے یہاں۔" ابراہیم نے پھر اُسی کی طرف اشارہ کیا۔ "وہ راشی ہے۔ صویا نہیں۔ اسکا تو گھر سے نکلنا منع ہو گیا ہے شادی جو سر پر ہے۔" بانو کے یہ الفاظ ابراہیم کے سر پر کوڑوں کی طرح لگے۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟"

★★★★★★★★★★★★★★★★

شازیب نے مہتاب کے ساتھ مل کر اسے سارے گاؤں کی سیر کروائی۔ گاؤں میں میلہ لگا ہوا تھا سب اُسی طرف جارہے تھے۔

"آؤں تم کو گاؤں کی شان دیکھاتے ہے۔" مہتاب نے شازیب کو میلے کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔ جہاں آسمانی جھولے، کشتی جھولے کے علاوہ بہت سی اسٹویٹز ہو رہی تھیں۔ کہی کمار مٹی کے برتن بنا بنا کے دیکھا رہے تھے۔ کہی نامود نمائش کا سامان لگا تھا۔ گاؤں کی عورتوں کے ہاتھ سے بنے ملبوسات اور کہیں بچوں کے کھلونے تھے ہر چیز ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ دونوں نے موت کا کنواں ہاتھی، شیر کا تماشا اور جوکروں کے کرتب دیکھ کر خوب لطف اندوز ہوئے ساتھ ساتھ بہت ساری ہاتھوں سے بنی چیزیں خریدی۔ جو یہاں تو سستے داموں ملتی ہے پر شہروں میں یہی چیز بڑی ہینڈ ٹیگ لگا کے ہزاروں لاکھوں میں بیچی جاتی تھی۔

"آسیہ میں کسی نہ محرم کے ہاتھ اپنا ہاتھ نہیں دینا۔ چاہے کچھ بھی ہو اللہ معاف کرے مجھے۔" اچانک سے مہتاب کو جانی پہچانی آواز سنائی دی۔ ایک دم سے نظرے گھوما کے ادھر ادھر دیکھا۔ تو چوڑیوں کے سٹال پر گھڑی شانی پر نظر ٹھہر گئی۔ وہ کسی سہیلی کے ساتھ محو گفتگو اپنے درس کی دوکان کھول کے بیٹھی تھی۔

"بھائی جی ایسا کرو اپنے اندازے سے اس کے ماپ کی چوڑیاں دے دو۔" آسیہ نے حل نکالا۔
"ہاں یہ ٹھیک بھائی جی آپ اندازے سے دے دو۔ آپ کو تو پتہ ہی ہو گا کسی کی کلائی کا کیا سائز ہے۔
کافی عرصے سے یہ کام کر رہے ہو گے۔ کیا اس سے آپ ک گھر خرچ چل جاتا ہے۔ لوگ کتنی چوڑیاں خرید لیتے ہو گے۔ یا کوئی اور کام بھی ساتھ میں کرتے ہو آپ۔؟"

دوکاندار نے معصیت سے جواب دیا

"اس سوہنے اللہ کا شکر ہے باجی جی وہ بھوکا سونے نہیں دیتا کبھی کسی کو بھی۔"

URDU NOVELIANS

"بے شک۔۔ اُس ذات کی بات ہی نرالی ہے۔ اماں کہتی ہے ہر حال میں شکریہ ادا کرتے رہنا چاہیے میں بھی ہر چیز پر الحمد للہ کہتی رہتی ہو۔"

"بس وہ نوازتا ہی بہت ہے شکر ادا کرنا تو بنتا ہے۔۔" دونوں دوکاندار اور شانی ایسے باتے کرنے میں مگن تھے جیسے برسوں کی جان پہچان ہو۔ پہلے تو مہتاب کو عجیب لگا پھر کل والی بات یاد آنے پر مسکرا دیا۔ کہ وہ تو کسی سے بھی سالوں سال باتیں کرتی رہے پر پھر بھی اس کی باتیں نہ ختم ہوگی۔ شازیب نے مہتاب کو مسکراتے دیکھا تو پوچھا۔

"کیا سوچ کے مسکرائے جا رہے ہو۔"

"سوچ نہیں رہا رشیدہ اماں کی بیٹی کی گفتگوں پہ مسکرا رہا ہو۔" شازیب حیران ہوتے ہوئے۔

"رشیدہ اماں کہا آگئی یہاں۔ ان کو تو میں ماں جی کے پاس دیکھا تھا۔"

"یار اماں نہیں ان کی بیٹی نالائق۔۔"

"اہ۔۔ اچھا کہاں ہے ان کی بیٹی اور اس دن دیکھ کے تو رنگ اڑ گئے آج مسکراہٹ ہونٹوں سے جدا نہیں ہو رہی ہے۔" مہتاب نے آنکھوں کے اشارے سے سٹال کی طرف اشارہ کیا۔

"ویسے ایک بات تو بتاؤں۔۔ مہتاب ملک۔"

"ہاں پوچھو"

"یونیورسٹی میں کبھی آنکھ اٹھا کے لڑکیوں کو نہیں دیکھا۔ پر جب سے گاؤں میں قدم رکھا ہے۔ لڑکی بھی مل گئی اور لڑکیوں کو دیکھ کے مسکرانا بھی آ گیا ہے کیا خاص بات ہے اس میں۔ اور تھوڑی شرم کرو وہ عمر

URDU NOVELIANS

میں تم سے کم ہی لگتی ہے۔۔۔" مہتاب نے بیچ بازار میں قہقہہ لگایا کہ آس پاس آتے جاتے لوگوں نے روک کر دیکھا بھی۔

"لگتا ہے تو پاگل ہو گیا ہے۔۔۔" شازیب کو اس کی حالت پہ ترس آیا۔ "نہیں یار میں پاگل نہیں ہوا کیوں کے میں نے بھی کسی سے یہی کہا تھا وہ مجھ سے بہت چھوٹی ہے میں کیسے اس سے شادی کروں۔ تو انہوں نے کہا تھا لڑکیاں شادی کے بعد برابر کی ہو جاتی ہیں تم فکر مت کرو۔"

"کس نے کہا تھا یہ تم سے۔؟"

"تھی میری زندگی کی حسین ترین شخصیت۔ کبھی بتاؤں گا صحیح وقت آنے پر۔"

★★★★★★

ابراہیم نے تیمور کو سہارا دے کے گھر پہنچا اور تیمور کو صوفے پر بیٹھا رہا تھا۔ جب گھر میں ان کی آنے کی خبر پر چچی نے آ کے بتایا کہ بھائی صاحب آج شام تک آرہے ہیں اور شادی یہی اسی گھر میں ہوگی۔ ابراہیم کا دماغ پہلے ہی گھوما ہوا تھا شادی کی بات سن کے بنا کچھ کہے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

"اس کو کیا ہوا ہے۔؟" چچی نے حیرانی سے دیکھا۔

"امی اس کو چھوڑیں اپنے بیٹے کی خبر لیں بہت درد ہو رہا ہے۔" چچی کی حیرت کم نہ ہوئی تھی کہ۔۔۔

"ایک دفعہ پھر سے چوٹ۔۔۔ تم دونوں بچے تھوڑی ہو جب بھی باہر جاتے ہو چوٹ لگوا آتے ہو احتیاط سے نہیں ہوتا کوئی کام۔ بتاؤں کہا لگی اس دفعہ۔۔۔" اور تیمور کا منہ ادھر ادھر کر کے دیکھا۔

"امی ٹانگ پہ لگی ہے۔۔۔ اس دفعہ منہ پہ نہیں آئی چوٹ۔۔۔" پینٹ اونچی کر کے اپنے گٹھنے کا حال دیکھایا اور بُری طرح سے زخمی تھا۔

URDU NOVELIANS

"اللہ یہ کیسے لگوالی اندھے ہو گئے تھے۔ جو کچھ نظر نہیں آیا۔ اب سے تمہارے باپ سے کہتی ہو تمہاری یہ موٹر سائیکل ہی بند کر دے ہفتے میں دو دفعہ زخمی ہو گئے ہو۔" گھر میں اندر آتے احسان نے ٹوہکا دیا۔

"امی یہ بانیک سے نہیں گرا کہی اور سے ہی پٹ کی آیا ہے۔ کیونکہ دو دفعہ بانیک سے حادثہ ہو تو بانیک پہ ایک ضرب تو آنی چاہیے تھی پر یہاں تو ہر بار بھائی پر ہی ضربیں پڑتی ہیں بانیک پر نہیں۔۔"

"اللہ۔۔ تیمور کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟"

"امی آپ اسکی بات کا یقین کرتی ہیں ہے۔ ہر گھر میں آگ لگانے والے رشتے داروں کی طرح کا انسان ہیں۔۔" احسان ہنستے ہوئے۔

"جب کوئی بات خود سے نہیں بنی مجھے پہ الزام لگانے لگ گئے ہو بتا دو سچ ورنہ میں پتہ کروا سکتا ہو۔۔"

"جاؤ کرواؤ پتہ نہیں بتاتا"

"اچھا اچھا جھگڑانہ کرنے لگ جانا تم اپنے امتحان کی تیاری کرو احسان اور تمہارے لئے دوائی بھیجتی ہو لگا لینا۔" اور چلی گئی۔ احسان جاتے جاتے پھر سے موڑا۔

"بھائی بتا رہے ہو کے خود یا پتہ لگواؤں؟"

"دفع ہو جاؤں کے امی کو آواز لگاؤں۔"

"جار ہا ہو۔۔ جار ہا ہو پر یاد رکھنا"

"ہاں ہاں بہت دیکھے تم جیسے"

URDU NOVELIANS

★★★★★★★★★★★★★★★★

”باباجان مجھے یہ شادی نہیں کرنی ہیں۔

امتیاز بیگ نے غصے سے لال ہوتی آنکھوں سے اپنے اکلوتے بیٹے کو دیکھا۔

”کیا بک رہے ہو پتہ بھی ہے کہ ایک ہفتے میں شادی ہے اور تم انکار کر رہے ہو۔۔۔ کان کھول کے سن لو میں بالکل بھی تمہاری کوئی بات نہیں مانے والا بچپن ہی ختم نہیں ہوتا تمہارا۔۔۔ میں زبان دے چکا ہوں اب وہی ہو گا جو فیصلہ ہو چکا ہے اس کے آگے ایک لفظ نہیں سنوں چاہتا۔۔۔

پر باباجان میری بات تو سن لے

اچھا سناؤں کون ہیں وہ لڑکی کیا نام ہے کہاں رہتی ہے بتاؤں ابھی میں میں بھی دیکھوں تمہاری پسند جس کی وجہ سے انکار کر رہے ہو۔۔۔

”باباجان میں کسی کی وجہ سے انکار نہیں کر رہا۔۔۔

”باپ ہو تمہارا کیا سمجھتے ہو مجھے پتہ نہیں چلے گا۔۔۔

اور یہاں آ کے ابراہیم کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔۔۔ صرا ب ہی صرا ب تو تھا نہ وہ جانتا تھا کون ہے کہاں سے ہے نام بھی صحیح نہیں پتہ تھا۔۔۔ اتنا پتہ تھا اسکی سہلیاں راشی کہتی ہے اور یہ نام بتائے کیا۔۔۔ کبھی نہیں۔۔۔ اور سر جکا گیا۔۔۔

”بولوں ابراہیم کون ہے وہ

”کچھ نہیں باباجان آپ جو میرے حق میں فیصلہ کر چکے ہیں وہی بہتر ہو گا۔۔۔

بہت دیر کے بعد لمبا سانس خارج کرنے پر اتنا ہی کہہ سکا۔ اور اپنے کمرے کی طرف جانے کو اٹھا تو امتیاز بیگ نے روکا اور گلے سے لگا لیا۔ مجھے پتہ تھا میرا بیٹا میری بات کبھی نہیں ٹال سکتا مجھے فخر ہے تم پر جو بنا دیکھے میری پسند کو اپنی پسند بنا لیا اور یقین کروں میں کبھی بھی تمہارے لیے بُرا فیصلہ نہیں کروں گا۔ اور ہاں کل ہم بابا بے شاہ کے مزار پر جا رہے ہیں وہ رحمان کی والدہ نے منت مانگی تھی۔ وہاں ”دیکھ بھی لینا ضویا کو اور بتانا کیسی لگی میری پسند۔“

ابراہیم سر جھکائے بہت ہی زبت سے صرف سر ہلا سکا اور کمر سے نکل گیا۔

★★★★★★★★★★★★★★★★

شازیب کو شہر کی طرف روانہ کرنے کے بعد مہتاب واپس آ رہا تھا۔ کہ ایک طرف بہت سے لوگوں کا حجوم دیکھا اور تجسس کے ہاتھوں وہاں رُوکا۔

"کیا ہوا ہے یہاں۔؟"

"چھوٹے چوہدری جی۔۔ آئے نے"

کافی لوگوں کی آواز میں جب مہتاب نے آگے کا منظر دیکھا۔ تو دل دہلا دینے والا تھا ایک کسان اسکی دو بیٹیاں اور اور بیوی نے کنویں میں چھلانگ لگا کے خود کشی کر لی تھی۔

لوگوں کا کہنا تھا شوگر میل کا ور کر تھا اور یہ سب تو برسوں سے ہو تو آ رہا تھا کوئی آواز نہیں اٹھاتا ان کے خلاف۔ سب پردہ ڈال دیتے ہیں۔ ایک دم سے مہتاب کا دماغ کھوم سا گیا۔۔ اسکے گاؤں میں یہ سب ہو رہا ہے اور اس کو کانوں کان خبر نہیں ماں تک نے نہیں بتایا۔۔ یہ سب سوچ رہا تھا۔۔ اور سب گاؤں

والوں کے ساتھ مل کر اس خاندان کی تدفین کروائی اور خاموشی سے حویلی کی طرف ہو گیا۔ اس نے کچھ نہیں بولا۔۔۔ بولنے کو کچھ تھا ہی نہیں۔ اس کے گاؤں میں یہ سب بھی ہو سکتا ہے اسے پتہ کیوں نہیں چلا۔ آخر لوگ ماں کے پاس آتے ہی ہونگے اپنا حال حوال لے کر یا ان کو بھی خبر نہیں ہے اسکی۔۔ یہی سوچتے ہوئے حویلی پہنچا اور جاتے ہی مجیدہ سے کہا شفی محمد کو بیٹھک میں بلاؤں اور ماں کو بھی۔ تینوں بیٹھک میں موجود تھے۔ چوہدرائے نے آتے ساتھ پوچھا۔

"سب خیر ہے نہ پتر تم تو شازیب کو سٹیشن جھوڑنے گئے تھے۔؟"

"ہاں ماں جی شازیب خیر سے ہے پر مجھے نہیں لگتا گاؤں میں کچھ بھی خیرت سے ہے۔۔؟" اور باری باری شفی محمد اور ماں کو دیکھا۔ اماں نے پہلے شفی کی آنکھوں میں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ جو نظریں جھکا گیا تھا اُسے بھی خبر ہوئی تھی پر بتانے میں دیر ہو گئی تھی۔ اسلئے چوہدرائے انجان تھی۔ پھر مہتاب سے پوچھا۔۔ "کیا ہوا ہے گاؤں میں۔؟"

"ماں جی یہاں سالوں سے کسان خود کشیاں کر رہے ہیں آپ کو اس کی خبر ہے یا مجھے ہی بے خبر رکھا گیا ہے۔۔" چوہدرائے نے روکی ہوئی سانس خارج کی ہو جسے پتہ نہیں کوئی اور ہی راز پتہ چال گیا ہو۔ پھر پیار سے بولی۔۔

"ایسا ہوتا ہی آرہا پتر جی اور وہ کسان ہمارے نہیں ہیں شوگر میلوں کے ورکرز ہیں جن کے پاس زمینیں نہیں ہوتی یا جنہوں نے گروی رکھوائی ہوتی ہیں۔ ان کے پاس وہ ان کو معاوضہ نہیں دیتے اور ان کی اولادوں پر غلط نظر رکھنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں جب چوہدری صاحب نے سب سے کہا تھا۔ وہ ان کا قرض اتار دیں گیں کچھ سال ہی مفت میں کام کرنا ہو گا ان کے پاس پر ان گاؤں

URDU NOVELIANS

والوں نے ان کی ایک نہ سُنی اور اپنی زمینیں ان لوگوں کے حوالے کر دی اور زمینداروں سے مزدور بن کے راہ گئیں ہے۔"

"پر ان ملوں کے مالک ہمارے رشتے دار ہیں نہ۔۔؟" مہتاب نے کہا۔۔

"ہیں نہیں تھے۔۔" چوہدائن روکھائی سے بولی۔

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

ابراہیم اپنے کمرے میں آیا اور دروازہ بند کر کے زمین پہ ہی بیٹھ گیا۔

"کیا ہو جاتا اللہ اگر وہی ضویا ہوتی۔ پہلی دفعہ کو لڑکی اس دل میں اتری تھی وہ بھی نہیں مل سکتی۔ ایک دم سے اتنی دور کر دی جو کل تک بہت اس دل کے بہت نزدیک لگ رہی تھی۔ صرف میری لگ رہی تھی آج اتنی دور کیوں کر دی۔۔۔ بے شک سانس کم کر لیتے پر جان تو باقی رہنے دیتے۔ کیسے سب کا مان رکھوں مجھے میں اتنی ہمت نہیں کچھ ہمت عطا کر دو۔۔ میرے مولا۔۔ کچھ ایسا کر دوں میں سب کی عزت قائم رکھ سکوں نکال دو اس کو اس دل سے۔ میں کیا کروں اللہ میں سوچنا بھی نہیں چاہ رہا اسکے بارے میں کیا کرو۔۔۔ اے کاش کے بس آنکھوں تک ہی محدود رکھ دیا ہوتا اس دل میں کیوں اتار دیا میں کسے ایک وقت میں دو لوگوں کو اس پر حکومت کرنے دو۔ بابا نے اپنی ساری زندگی میرے پر وقف کر دی۔ میں ان کا بھی دل نہیں توڑ سکتا کتنا غرور تھا ان آنکھوں میں میرے لیے۔ بس دعا ہے سانس اتنی دینا جب تک بردشت ہو اسے زیادہ نہیں۔" اور زمین پر ہی لیٹ گیا۔۔

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

مہتاب نے اپنے گاؤں میں ہونے والی زیادتیوں کے بارے میں شازیب کو بتایا۔ جس نے اپنے والد کو اور جاننے والوں کو جوان کی اچھے سے مدد کر سکتے تھے بتایا۔ اور طے یہ پایا کہ گاؤں کی باہر والی زمینیں جہاں کھیتی باڑی نہیں ہوتی بنجر پڑی ہیں۔ وہاں ایک پلانٹ لگایا جائے۔ جہاں سے کسانوں کو ان کی حق کی کمائی ان تک پہنچائی جائے۔ جو کے کوئی چھوٹا موٹا کام نہیں تھا۔ منجھے ہوئے کھیلاریوں کا مقابلہ کرنے کے مترادف تھا۔ شازیب کے والد میجرز تک اثر و رسوخ رکھنے والوں میں سے تھے جنہوں نے یقین دہانی کروائی تھی۔۔ سارا پلانٹ خیر و آفیت سے دو سال کے عرصے میں مکمل ہو گا۔ شازیب اور مہتاب اس کمپنی کے پچاس پچاس فیصد کی شراکت دار ہوں گے۔ اور ایک ماہ بعد جس کی بنیاد رکھنی تھی اس پہ حویلی میں دھمکی بھرے کالز بھی آنے لگ گئی تھیں۔ پر پھر بھی مہتاب ملک کا جذبہ کم نہ ہوا اور کافی گاؤں والوں نے بھی اس کارے خیر میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا۔ وقت کیسے گزرا پتہ ہی نہ چلا۔ اور ایک سال گزر بھی گیا تھا

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

اماں کیا میں حویلی جاسکتی ہو۔۔"

"شانی وہ بات نہ کیا کرو جو میں تمہاری مانوں بھی نہ۔ جس راستے پر جانا ہی نہیں اس راستے کی طرف دیکھنا ہی کیوں ہے۔" شانی پیڑ پٹکتی ہوئی کمرے کی طرف چل دی۔

"پتہ نہیں سب کیا مصیبت ہے۔ میں چوہدرائیں جی کو اتنی نہ پسند کیوں ہو جو مجھے کبھی حویلی میں گھسنے ہی نہیں دیتیں۔ لگتا بچپن میں ضرور کوئی شیطانی کی ہوگی جو مجھے نہ پسند کرتی ہیں۔ ورنہ تو اماں کے ساتھ اتنا اچھا رویہ اور میرے ساتھ دشمنوں والا رویہ نہ ہوتا۔ ہائے آج مریم باجی کی شادی ہے کیسے اُسے دلہن بنی دیکھوں گی۔ سب جا رہی ہے کمینیاں۔۔۔ مجھے ہی کوئی لینے نہیں آیا۔ اللہ جی کچھ تو کروں کوئی

URDU NOVELIANS

مجھے لینے آجائے حویلی سے اور کہے شانی یہ تقریب تمہارے بغیر ادھوری ہے۔ پر مجھ سے تو اماں کے علاوہ کوئی پیار ہی نہیں کرتا۔۔ جو ایسا کہے۔ ہائے عاشی نے ضرور لال والا فراک پہنا ہو گا کتنا پیارا تھا نہ۔" اچانک سے اماں کمرے میں آئی تو دل میں درد سا ہوا۔ کبھی حویلی کی تقریب میں نہ گئی حالانکہ اسکا بھی اتنا ہی حق بنتا تھا جتنا سب کا۔ بلکہ سب سے زیادہ پر۔۔

"شاننی دیکھ میرا پتر میں آج تیری پسند کا پلاؤں بنایا ہے۔ بہت پسند ہے نہ آ میں تجھے اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں۔"

"نہیں کھانا میں کچھ بھی جا کے اپنی چوہدرائیں کو کھلائیں۔" اور منہ بھلا کے بیٹھ گئی۔ "دیکھ میری دھی ایسے کیوں ناراض ہوتی ہے۔ جہاں ہمارے لئے کوئی جگہ نہ ہو وہاں کی ضد ہی کیوں کرنی۔"

"اماں چوہدرائیں کو کبھی کچھ نہیں کہا پھر ایسا کیوں ہیں وہ۔"

"میرا کرماں والا پتر ہمیں کیا لینا کسی سے ہم اپنے گھر خوش ہے نہ۔ دفعہ کر حویلی کو۔" اور شانی کو اپنی گلے سے لگا لیا۔

"چل جلدی سے کچھ کھالے مجھے جانا بھی ہے۔ اور جب تک تو کچھ نہیں کھائے گی میں کیسے جاسکتی ہو۔"

"نہیں آج تو بھی نہیں جائے گی اور نہ میں کچھ کھانے والی ہو۔"

"بُری بات شانی ہمارے کون سا کوئی مرد ہیں کمانے والا میں نہیں جاؤں گی تو گھر کیسے چلے گا۔"

"اماں دیکھنا میں بی۔ اے کر کے ماسٹرانی لگ جانا ہے پھر تم کو کبھی حویلی نہیں جانے دو گی۔" اماں شانی کی بات پر مسکرا دی اور اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلانے لگ گئی۔



حویلی میں شازیب کے ساتھ مہتاب کی چھوٹی بہن مریم کی شادی طہ پائی شازیب کے والد نے ہی دوستی کو رشتے میں بدلنے کو کہا جس پہ چوہدرائے نے بڑی مشکلوں میں ہامی بھری۔

حویلی کو ہر طرف سے سجایا گیا۔ ہر رشتے دار کو بلایا گیا۔ خاندان کے بڑوں میں کافی چمکھمکیا ہوئی اس جوڑے کو لے کے وقت پھر نہ دوہرایا جائے۔۔۔ خاندان سے باہر شادی جو کی جا رہی تھی۔ یہ بات مہتاب کے کانوں میں بھی پڑی پر وہ شادی میں کوئی بد مزگی پیدا کرنا نہیں چاہتا تھا۔

ہر طرف شور شرابہ تھا لڑکیاں وہی اپنے مخصوص پٹے گانے میں مصروف تھیں۔ اچانک سے مہتاب کو خیال آیا شانی بھی آئی ہوگی شادی میں تو اس نے شانی کی تلاش میں نظر گھومائی۔ پر وہ اسکو کہیں بھی نظر نہ آئی۔ نا محسوس انداز میں گاہے بگاہے نظر سب پر گھوماتا رہا پر وہ کہیں نہ نظر آئی تو رشیدہ اماں سے باتوں باتوں میں پوچھ ہی لیا۔

"اماں شانی بھی آئی ہوگی شادی پر اسے کہہ دے ایک کپ چائے بنا دے۔ سر میں بہت درد ہے۔۔"

"نہیں باؤ جی وہ تو نہیں آئی شادی پر میں بنا دیتی ہو جی آپ کے لیے چائے۔" مہتاب کو شک سا لگا کہ اگر وہ رشیدہ اماں کی بیٹی ہے تو اسے کیوں نہیں بلایا گیا۔

"اماں یہ آپ کا ہی گھر ہے جسے آپ آسکتی ہیں اسے بھی لے آئیں۔" اچانک سے رشیدہ سے کوئی بات نہ بن پائی تو کہہ دیا۔

"اس کے پیپر ہیں۔ اسی کی تیاری میں لگی ہوئی تھی۔ میں نے تنگ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔" مہتاب کے لئے یہ جھوٹ ہضم کرنا مشکل ہی تھا اور وہ وہاں سے ہٹ گیا۔ انتظامات دیکھتے دیکھتے حویلی سے کب نکلا کسی کو خبر نہ ہونے دی۔ اور رشیدہ اماں کے گھر کے دروازہ پر دستک دی۔

URDU NOVELIANS

"کون ہے۔۔۔ کوئی راہ گیا تھا گاؤں میں جس نے ہمارے دروازے پر آنا تھا۔ سب تو حویلی پر ہیں ہمارے ہاں کس نے آنا ہے مجھے تو کوئی لینے نہیں آنے والا ہوگا۔"

"کون ہے بولوں بھی۔"

"میں ہو"

"میں ہو کا نام بھی ہے کے مجھے پر کوئی وحی نازل ہونی ہیں۔"

"میں مہتاب ہو حویلی سے اب تو کھولوں دروازہ۔" شانی کا رنگ بھک سے اڑ گیا کہ واقع اسے کوئی حویلی سے لینے آسکتا ہے۔ دروازہ کھول کے خوشی سے بولی۔

"آپ مجھے شادی پر لے جانے آئیں ہیں۔ چوہدرائے نے بھیجا ہو گانہ اماں نے بتایا ہوگا۔ میں بڑی ضد کی مریم باجی کی شادی پر جانے کی۔" اور کمرے کی طرف بڑھ گئی دروازہ بھی اپنے پیچھے مہتاب کو بند کرنا پڑا اور صحن کی سیڑھیوں میں بیٹھ گیا۔ جو کے دروازے کے پاس بنی ہوئی تھی جن کا رخ صحن کی طرف تھا۔۔۔ اور وہ تو جیسے تیار ہی بیٹھی تھی چار دے کر تیار بھی ہو گئی۔۔۔

"میں تم کو لے جانے نہیں آیا نہ ہی ماں جی نے بھیجا ہے مجھے یہاں۔"

"کیا۔۔۔ آپ مجھے لے جانے نہیں آئیے تو کیوں آئیں ہے۔"

شانہ کا سارہ جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ اور منہ ایسے بنایا کہ ابھی رو دے گی۔ اور پاس پڑی چار پائی پر بیٹھ گئی۔

"کوئی پیار نہیں کرتا مجھ سے اماں کو بھی آج جانا تھا مجھے اکیلا چھوڑ کے۔ جب کے پتہ ہے سارا گاؤں حویلی گیا ہوا ہے میں اکیلی ہو کوئی پروا نہیں کسی کو میری۔" اور رونے لگ گئی ایک دم سے مہتاب کو لگا

اسکوں یو اچانک نہیں بتانا چاہیے تھا۔ اب وہ کیسے چپ کروائے وہ تو بچوں کی طرح رو رہی تھی۔ مہتاب نے ادگر اُدھر دیکھا اور کچن کی طرف برہا ایک پانی کا گلاس لا کے شانی کی طرف بڑھایا۔

"پانی پیوں شانی۔۔" اور وہ ایک ہی لفظ پر اٹک ہی گئی ہو جیسے

"کوئی مجھ سے پیار نہیں کرتا"

"شانی بات سنوں۔" شانی نہیں میں گردن ہلا کے وہی راگ آلاپ رہی تھی۔ اور روتی جا رہی تھی۔

"کوئی مجھ سے پیار نہیں کرتا"

"کیوں کوئی تم سے پیار نہیں کرتا میں کرتا ہوں نہ تم سے پیار دیکھوں اپنی بہن کی شادی چھوڑ کر آیا ہوں صرف تمہارے لیے اب ایسا کہوں گی تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔" ایک دم سے شانی رونا بھول کو مہتاب کی شکل دیکھنے لگ گئی۔ جو پانی کا گلاس اسے تھما رہا تھا۔

"شانی پانی پیوں اور مجھے اچھی سی ایک کپ چائے بنا کے پلاؤ شنباش اُٹھو۔" اور اپنا ہاتھ بڑھایا۔ شانی نے سن ہی کب رہی تھی وہ تو بس ایک جملے میں ٹھہر گئی تھی۔ "میں کرتا ہوں نا تم سے پیار۔"

ایک خیال آنے پر کے وہ اتنی بڑی بات کیسے کہہ گیا تو احساس ہو کچھ غلط کہہ دیا شاید۔۔۔ اپنی خفت مٹانے کے لئے اور بات بدلنے کے لئے بولا۔۔

شانی اپنے حواسوں میں واپس لوٹی تو کچن کی طرف بھاگی۔ "چائے ملے گی شانی

فناٹ چائے بنائی اور لا کر مہتاب کے آگے پیش کر دی۔ مہتاب نے مسکراتے ہوئے ایک گھونٹ بھرا تو چائے کم نمک والا پانی زیادہ لگا۔ پھر بھی مسکراہٹ قائم رکھی اور زہر مار کے چائے پی گیا۔ شانی سے رہا نہ گیا اور پوچھ بیٹھی۔

URDU NOVELIANS

"کیسی بنی ہے چائے پسند آئی؟ وہ کیا ہے نہ میں کبھی بنائی ہی نہیں آج پہلی دفعہ آپ کے لیے بنائی ہے۔"
مہتاب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آج سے پہلے میں نے ایسی چائے کبھی نہیں پی۔۔" شانی کا یہ سن کے ہوا میں اڑنا باقی رہ گیا تھا۔

"شادی پر جانا چاہتی ہو۔" مہتاب نے پوچھا تو شانی کا جواب نہ میں پا کر حیران رہ گیا۔

"ابھی تو شادی پر جانے کے لئے آنسوؤں بہائے جا رہے تھے اب کیا ہوا۔"

"جب کسی کو مجھ سے سروکار نہیں تو میں کیوں جاؤں وہاں۔۔"

"میں لے جاسکتا ہوں اگر تم کہوں۔" پھر بھی شانی نے نہ میں گردن ہلائی۔

"مجھے حویلی جانا ہی نہیں ہے۔ جب تک چوہدرائیں دل سے نہ ہلائے میں جانا ہی نہیں وہاں۔"

"مطلب میں جو دل سے ہلا رہا ہو میری کوئی پروا ہی نہیں۔۔"

"بالکل بھی نہیں"

"میں ناراض بھی ہو سکتا ہوں۔"

URDU Novelians

"ہو جائیں۔"

"مطلب میری کوئی فکر نہیں ابھی میں نے تم سے کہا تھا میں تم سے پیار کرتا ہوں دنیا میں سب سے زیادہ

پھر بھی نہیں۔" شانی نے پھر سے گردن نہ میں ہلائی۔

"کیوں ایسا کیوں۔"

"کیونکہ جو میرے ہاتھ کی بنی کڑوی کیسلی چائے کو بھی مسکرا کے پی جائے اور میرے پوچھنے پر بھی میرا دل نہ توڑے وہ مجھے سے کیسے ناراض ہو سکتا ہے بھلا۔" اور دونوں کا مسکرا دیئے۔۔

★★★★★★★★★★★★★★★★

چوہدی رحمان کی اور بیگ فیملی مل کے بابا بُلھے شاہ کے مزار کے لیے روانہ ہوئیں۔ ابراہیم نے بھی سر اور نظریں زمین سے اوپر نہ اٹھانے کی قسم کھا رکھی تھی۔۔ سب دربار پہنچے تو سب گاڑیوں سے گروپ کی شکل میں ہو گئے لڑکیاں الگ بزرگ الگ اور لڑکے الگ۔۔ اکبر نے آج پہلی دفعہ ابراہیم کو دیکھا تھا۔ اس دن والی مار پر معذرت کی پر ابراہیم صرف گردن ہلائی۔۔ اور کچھ نہ بولا۔ دربار کے اندر داخل ہوئے تو ایک عجیب سے احساس کی سکون کی طرح دل میں اتر گیا۔ کچھ ماحول کا اثر اور کچھ دل کو راحت اور قرار سامیہ ہوا۔ ایک طرف سے کونے میں کوئی ولی روح کلام بُلھے شاہ پڑھنے میں ایسا مگن تھا کہ ابراہیم کا دل کیا وہ بس یہی سنتا رہے قدم اپنے آپ اس کی طرف بڑھتے گئے۔۔ بہت مگن انداز میں کلام پڑھتے پڑھتے وہ بزرگ بالکل پاس بیٹھے والے کو دیکھ کر روکے اور ابراہیم کو غور سے دیکھا اور مسکرا دیئے ابراہیم نے پہلی دفعہ سر اٹھا کے بزرگ کی طرف دیکھا۔ جنہوں نے کلام پڑھنا ترک کر دیا تھا۔۔

"بُلھے شاہ زہر و کچھ کے پیتاتے کی پیتا

عشق سوچ کے کیتاتے کی کیتا

دل دے کے، دل لین دی آس رکھی

پیارا یہو جیا کیتا تے کی کیتا"

بزرگ نے بابا بلھے شاہ کا ہی ایک کلام پڑھا۔ ابراہیم کی آنکھوں میں دیکھتے دیکھتے کے اسی اثنا پر بزرگ کے بالکل پیچھے سے وہی دشمن جان پر نظر پڑھ گئی۔ وہ آج بھی کالی چار داؤڑھے پلوں سے اپنا چہرہ چھپائے ہوئی تھی اور ابراہیم کو ہی گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پر آج اسکی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔ جیسے اسکی حالت پر روتی ہو۔۔۔ ابراہیم کو اپنی آنکھوں میں کرچیاں چبھتی ہوئی محسوس ہوئی اور پھر سے سر جھکا گیا۔ وہ بالکل پاس سے گزر کے اندر کو چلی گئی کتنی دیر تک ابراہیم اُس کی خوشبو کو اپنے اندر تک محسوس کرتا رہا۔

سب نے منت کی چادر چڑھائی اور خیر کی دعا کی۔

جانے سے پہلے ابراہیم اٹھا فاتحہ پڑھی پتہ نہیں دل میں ایک خواہش نے جنم لیا ایک دفعہ اسکا دیدار ہو جائے چاہے آخری بار ہی صحیح۔ اور باہر کو چل دیا۔ سب گاڑیوں میں سوار ہو رہے تھے۔ وہ بالکل ابراہیم کے پاس سے گزری تو وہی خوشبو نے سر اٹھانے پر مجبور کیا تو وہ ابراہیم ہی کی طرف دیکھ رہی تھی اور دھیرے سے اپنا پلوں چھوڑ دیا۔ ابراہیم کو لگا جیسے اسکی دل کی آواز اس تک پہنچ گئی ہو۔ وہ بس دیکھتا رہا اسی طرف۔ وہ سب جا بھی چکے تھے پھر بھی ابراہیم ایسے اس جگہ کو دیکھ رہا تھا جیسے وہ ابھی بھی وہی کھڑی ہو۔۔

URDU NOVELIANS

تیمور نے کندھا پر ہاتھ رکھا تو ابراہیم کو احساس ہوا کہ وہ تو جاچکی بہت دور جہاں وہ اس تک کبھی پہنچ ہی نہیں پائے گا۔ اور ہر طرف ویرانہ چھا گیا۔

★★★★★★★★★★★★★★★★

شانی جس تانگے سے کالج سے گھر جاتی تھی۔ بے چارے کی گھوڑی بیمار پڑ گئی تھی۔ تو اس وجہ سے وہ اسے لینے نہیں آ پائے گا۔ پاجھی نے بتایا تو شانی کا رنگ فق ہو گیا۔ اب وہ گھر کیسے جائے گی۔ پاجھی کے تانگے میں پہلے سے بہت ساری لڑکیاں سوار تھیں۔ آسید اور شانی کے بیٹھنے کی جگہ ہی نہ تھی تو دونوں پریشانی سے سڑک کی طرف چل دی کے کوئی سواری ہی مل جائے گاؤں جانے کی۔ کالج جو شہر کے راستے واقع تھا۔ پر گاؤں کی طرف جانے والی کوئی سواری نہ ملی تو دونوں نے پیدل چلنا شروع کر دیا اس بھروسے کبھی نہ کبھی تو گھر پہنچ ہی جائے گی۔ سامنے سے آتی گاڑی نظر آئی تو کوئی امید سی جاگی۔ "آسید کیا اس گاڑی والے کو روکوں ہمیں گاؤں تک ہی چھوڑ آئے میری تو ٹانگیں جواب دے گئی ہیں۔"

"نہ شانی کوئی پٹھا کام نہ کری پہلے ہی تیری بہت سی حرکتوں سے نقصان اٹھنا پڑتا ہے۔ اور وہ ہمیں گاؤں کی بجائے کہی اور لے گیا تو کیا کر لے گی تو۔"

"میں۔۔ میں ٹانگیں توڑ دو گی اس کی مکے مار مار دانت توڑ دینے کوئی بُری نظر سے دیکھ کے تو دیکھائے مجھے۔۔ شانی ہو میں کو عام سی نازک لڑکی نہیں ہو۔۔"

"آہو اتنی تم پہلوان اچھو کی جانشین رہتی نہیں۔۔" گاڑی اچانک سے پاس آ کے روکی تو آسید شانی کے پیچھے ہو گئی جیسے سامنے کوئی جن ہو اور شانی اسکو بچالے گی۔

"کھتے دیاں سواریاں نے سوہنیوں۔۔ سانوں وی موقعہ دو خدمت دا۔۔"

"اپنی ماں دی خدمتاں کر۔" شانی اور چپ کر کے سن جائے ایسا تو کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔

"مل کے خدمتاں کر لوں گے ساتھ تے دوں ایک دفعہ۔۔"

"اوے تو اپنے آپ کو کیا کوئی طوپ چیز سمجھتا ہے بہت سیدھے کیے ہیں تم جیسے چپ کر کے نکلتا بن ورنہ میرے سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔" اچانک سے گاڑی والا اپنی شاہ سواری سے اتر اور شانی کے سامنے آ کے کھڑا ہو گیا۔ شانی کا دل دھک سے راہ گیا۔ پر پھر بھی ہمت کم نہ ہوئی آئیہ کا ہاتھ پکڑا جو ڈر سے کانپ رہی تھی اور آگے کو چل دی تو اس لڑکے نے شانی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ہمیں بھی دیکھاؤ کتنی بڑی ہو ہم بہت شوق سے دیکھے گے۔"

"بہت ہی کوئی کمینہ انسان ہے توں شرم تو پاس سے گزر ہی نہیں لگتا۔" اتنے میں ایک اور گاڑی پاس آ کے روکی اترنے والے انسان کو دیکھ کے شانی کا رنگ ہی اڑ گیا۔

"باؤجی آپ۔" مہتاب نے زور سے شانی کا ہاتھ چھڑوایا اور دونوں کو گاڑی میں بیٹھے کا کہا۔ دونوں بنا چوچراں کیے گاڑی میں بیٹھ گئی تو مہتاب نے بُری طرح اس لڑکے کے منہ پر مکو، گھوسو کی برسات کر دی۔

"ہمت کیسی ہوئی میرے گاؤں کی لڑکیوں کو ہاتھ لگانے کی۔" اور مارتا گیا جب تک وہ زمین پر نہ گر گیا۔

"آگے سے نظر اٹھا کر بھی دیکھا تو ان ہاتھوں پیروں پر سلامت نہیں جاؤ گے۔" لڑکے میں تو ہوا ہی بھری تھی آگے سے مزاحمت تک نہ کر پایا تھا۔

مہتاب نے گاڑی کی چھلی سیٹ پر بیٹھی شانی پر غصے سے بھری نظر سے دیکھا تو شانی فوراً بول اُٹھی۔

"دیکھے اسے میں نے نہیں روکا تھا وہ کمینہ تو پیچھے ہی پر گیا تھا۔ اور یہ جو میری سہیلی ہے میرا ساتھ دینے کے میرے پیچھے چھپ گئی۔" مہتاب نے آنکھیں بڑی کر کے اور غصے سے بھنکارا۔۔۔

"ضرورت کیا تھی اسکے منہ لگنے کی۔۔ اور کالج میں چوکیدار سے کہہ کر کسی سواری کا انتظار نہیں کر سکتی تھی نکل پڑی خودی ہی جانسھی کی رانی کی طرح۔۔" اس دفعہ شانی نے کچھ نہیں کہا اور منہ دوسری طرف کر دیا۔ پر زیادہ دیر چپ نہ رہا گیا تو پھر سے شروع ہو گئی۔ مہتاب اپنا غصہ زبوت کر کے گاڑی چلا رہا تھا۔

"آپ کو کیا اماں نے بھیجا ہے؟"

"نہیں فیکٹری کے کام سے گھر جا رہا تھا تو پاجی نے بتایا تم لوگوں کا اور میں فوراً لینے آ گیا۔"

"بہت شکریہ آپ کے آنے کا میری تو ٹانگیں جواب دے گئی تھی اوپر سے پیپر نے مت مار رکھی ہے اور کل کے پیپر کی الگ سے ٹینشن بندہ جائے تو جائے کہاں۔" مہتاب نے بھی اپنا موڈ صحیح کیا ورنہ جتنا غصہ اس لڑکے پر تھا اس سے کہیں زیادہ شانی پر۔۔ جو منہ اٹھا کر چل دی کسی سواری کا انتظار کیے بنا۔

"شانی آئندہ کچھ بھی ہو اماں یا مجھے فون کر دیا کرنا اور کبھی بھی سواری کا انتظام کیے بغیر کالج سے باہر قدم مت رکھنا چاہے رات ہی کیوں نہ ہو جائے۔"

"ہمارے کالج میں موبائل لے جانا منع ہے۔۔ اور میرے پاس موبائل نہیں ہے۔"

"اتنی دور سے آنا ہوتا ہے کالج تو ضرورت کے وقت پر کیا کرتی ہو۔"

"چوکیدار چچا کا فون لے لیتی ہیں لڑکیاں۔۔"

"تو کیا تم فون لے کر گھر بتا نہیں سکتی تھی۔"

"ہمارے گھر کوئی مرد نہیں ہے جو میرے پیچھے آئیں مجھے اپنی حفاظت خود کرنا آتی ہے آج اگر آپ نہ آتے تو زندہ نہ ہوتا وہ انسان۔" مہتاب بیک ویو میر میں شانی پر فوکس کر کے اسکی آنکھوں میں دیکھا جو غصے سے اسی کو گھور رہی تھی۔ مہتاب صرف مسکرا دیا۔ وہ اور کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتا تھا جو آسیہ کی موجودگی میں سب کے لئے چٹخارے کا بعاص بنے ورنہ گاؤں میں تو ذارہ سی بات دوسرے گاؤں تک پھیلنے وقت ہی کتنا لگتا ہے ہے

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

بیگ فارم ہاؤس پر ابراہیم کی مہندی کا فنکشن اپنے عروج پر تھا۔ گاؤں کی عورتوں نے ابراہیم کو ابٹن لگا کے سارا پیلا کر رکھا تھا۔ ہر کوئی خوش تھا سوائے ابراہیم کے جس نے جو نظریں اٹھا کے کچھ دیکھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ بس سر جھکائے والد کے حکم کی تکمیل کر رہا تھا۔ تیمور کیمرہ لیے ساری محفل میں دندانا پھر رہا تھا ابراہیم کے پاس جا کے بولا۔

"اوائے یار سائل کر تصویر زارا اچھی نہیں آرہی منہ ایسے لٹکا ہے جیسے رخصتی تمہاری ہونی ہو۔۔ شبا باش دانت دیکھا پتہ چلے ہمارے بکرے کی دانت پورے ہیں جو کل ذبح ہونے دینا ہے۔"

"بھاڑ میں جا۔" ابراہیم نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"چل دونوں بھائی ساتھ چلتے ہیں۔" تیمور پر کون سا اثر ہونا تھا۔

ابراہیم نے انکور کیا۔۔

"چچی میں جاسکتا ہو۔؟ ہوگئی آپ کی سب رسمیں۔؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں ہم کھانے لگوادے مہمانوں کے لئے تب تک تم فریش ہو جاؤں۔"

URDU NOVELIANS

"جی مہربانی۔" اتنا کہہ کر اٹھ کھڑا ہو تو تیمور نے پیچھے آواز لگائی۔

"اویئے ہوئے میری پھو لچھڑی کہاں چل دی۔" ابراہیم نے موڑ کے دیکھا اور پاس آ کے ہلدی اور مہندی کے پیالوں میں دونوں ہاتھ ڈالے اور تیمور کے منہ سے سینے تک لگا دیئے۔

"جہاں اب تم جاؤں گے نہ وہی جا رہا ہو۔" اور کمرے کی طرف چل دیا۔ پوری محفل میں قہقہوں کی بوچھاڑ ہو گئی۔

★★★★★★★★★★★★★★★★

شانی جب کالج سے گھر پر آئی تو سامنے مہتاب کو بیٹھے پایا تو ایک دم سے رنگ اڑ گیا۔

"کہیں اماں کو تو نہیں بتا دیا انہوں نے کل والا قصہ۔" ادھر ادھر دیکھتی مہتاب کے پاس پہنچی۔

"آپ نے اماں کو تو کچھ نہیں بتایا۔؟"

"کیوں بتانا نہیں چاہیے تھا آخر ماں ہیں تمہاری۔ سب اچھا برا پتہ ہونا چاہئے۔"

"وہ میرا کالج جانا بند کروادیں گی اور میں نہیں چاہتی کہ ایسا ہو اور پریشانی الگ سے ہوگی۔ وہ تو منحوس ہے بھی میل والوں کا بیٹا اماں نے میرا ہر طرح سے دنیا سے رابطہ ہی ختم کروا دینا ہے۔ پہلے ہی چوہدرائیں نے بڑی مشکل سے کالج میں پڑھنے کی اجازت دی ہے۔"

"ماں جی کیوں۔؟"

"لو بھلہ اس میں کیوں والی بات کہاں سے آگئی۔ اماں کام کرتی ہیں حویلی میں تو چوہدرائیں سے پوچھے بنا تھوڑی نہ چلے گی۔ میرے کپڑے سے لے کر ہمارے گھر کیا آئے گا سب چوہدرائیں ہی تو کرتی ہیں کہیں سے لگتا یہ حویلی کی ملازمہ کا گھر بس ایک مجھے حویلی میں یا اس کے آس پاس آنے کی اجازت نہیں ہیں۔"

خاص کرتب سے جب سے آپ شہر سے آئیں ہیں۔ جب آپ حویلی سے دور جاتے ہیں میں تو پچھلے دروازے سے حویلی میں اماں اور مریم باجی سے مل آتی تھی آسیہ کے ساتھ جا کے۔ "مہتاب حیرانی سے سب باتیں سن رہا تھا۔ جسے ان باتوں سے خاص کچھ ہو ہی نہ دنیا میں یا جب بھی وہ شانی کے ساتھ ہوتا تھا اور کچھ خاص ہوتا ہی نہ تھا اسکے لیے۔

"اور پھر بھی تم چوہدرائیں سے ناراض رہتی ہو اور کہتی کوئی پیار ہی نہیں کرتا تم سے۔؟؟" ایک دم سے شانی کو اس رات والی بات یاد آگئی۔

"میں کرتا ہوں تم سے پیار۔" پھر ایک خیال آنے پر اپنی خفت مٹانے کے لئے بولی۔

"مجھے پتہ سب میرا بھلا سوچتے اس دن بھی آپ نے مجھے رونے سے چپ کروانے کے لئے وہ کہا تھا۔ میں جانتی ہو۔۔ ورنہ ایک دو دفعہ ملنے سے کوئی پیار تھوڑی نہ ہو جاتا ہے اور کوئی بول بھی نہیں دیتا۔" "میں جھوٹ تو کچھ نہیں کہا تھا ایک دو دفعہ کب ملے ہم میں تو بہت پہلے سے جانتا ہو تم کو۔"

"وہ کیسے۔۔؟" ابھی سوال شانی کے منہ میں ہی تھا اماں چائے لے کر کمرے میں آئی ساتھ میں کچھ لوازمات کی ٹریے بھری ہوئی تھی۔

"شانی تم کب آئی اور پتہ بھی نہیں چلا تیرا پتر۔"

"وہ۔۔ وہ اماں میں ابھی ہی تو آئی ہو تمہارے آگے آگے تو سامنے باؤجی کو دیکھا تو سلام کر رہی تھی کیوں صحیح کہہ رہی ہوں ناہ باؤجی۔" اور اماں کی پیچھے جا کر ہاتھ جوڑنے لگ گئی۔ مہتاب کے لیے اپنی مسکراہٹ کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا تو گرما گرم چائے اٹھا کے منہ کو لگالی۔

"جی اماں ابھی آئی ہے سلام تو ابھی کیا ہی نہیں۔"

URDU NOVELIANS

"او۔۔ ہاں اسلام علیکم باؤجی۔ اب میں چلتی ہوا اچھا لگا آپ ہمارے گھر آئے چوہدرائیں جی کو بتا کے آئیں ہیں نہ منع نہیں تو نہیں کیا انہوں نے آپ کو۔" اماں ایک دم ہر براسی گئی اور شانی کی طرف موڑ کے آنکھیں دیکھا کے تنبیہ کیا۔

"شانی جاؤ جا کے یونیفام بدل لوں شالباش" اور شانی کی گستاخیوں کی صفائی دینے لگی۔

"وہ کیا ہیں نہ باؤجی باپ تو ہیں نہیں سر پر میں بھی اکثر حویلی رہتی ہو تو سہیلوں کے ساتھ رہ رہ کر تھوڑی زبان دراز ہو گئی ہے پردل کی بہت اچھی اور معصوم ہے۔ اس کی بات کا بُر امت مانئیے گا۔"

"ارے اماں ایسا کیوں کہتی ہیں آپ میں اسکی باتوں کا بُرا کیوں مناؤں گا۔ اور میں نے تو آپ کو تنگ کر دیا ہے آ کے پہلے ہی بیمار ہیں اور یہ سارے لوازمات دیکھ کے مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ کیوں آیا۔"

"نہیں باؤجی ایسا کیوں کہتے ہیں مجھے تو خوشی ہوئی آپ پہلی دفعہ ہمارے گھر آئیں اور ایسے تو نہ جانے دے سکتی ہوں نہ میں۔"

"پہلی دفعہ۔" مہتاب نے مسکراتے ہوئے ہلکی سی آواز میں کہا جو رشیدہ نہ سن سکی۔

"کچھ کہا باؤ۔؟"

URDU Novelians

"نہیں۔۔ نہیں تو کچھ بھی نہیں"

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

بڑی دھوم دھام سے ابراہیم کی بارات نکلی سارا کا سارا گاؤں شادی پر موجود تھا۔ ابراہیم نے سفید رنگ کی شیر وانی پہنی ہوئی تھی ساتھ میں کُلا اور سرما پہنائی کی رسم کی گئی پیسوں اور پھولوں والے ہار پہنائے

گئے۔ امتیاز بیگ صدقہ واری جارہے تھے اپنے بیٹے کے جس نے آج فخر سے سر بلند کر دیا تھا ابراہیم کو گلے لگایا۔

"یار میں تو سوچ رہا تھا تم ہزار نخرے کرنے والے ہو ان رسموں کے لئے کبھی سُرمہ نہیں پہناؤ بھی آرام سے پہن لیا کُلمے پر اعتراض نہیں اس پر یہ پیسوں اور پھولوں والا ہار پہنے کارٹون لگ رہے ہو۔"

"بابا آپ خوش ہیں نہ۔"

"ہاں بہت زیادہ اتنا کے میرا دل کر رہا ہے بارات کے سب سے آگے جا کے بھنگڑا ڈالوں۔" اور قبضہ لگا دیا۔ ابراہیم بھی مسکرا دیا کہ آج کتنا خوش ہیں بابا جان اور کیا میں انکی خوشی میں خوش نہیں ہو سکتا۔

"کیوں نہیں انکل آئیں ہم بھنگڑا کرتے ہیں اس سڑیل کی شادی پر۔ بدلے میں یہ میری شادی کے سارے کام کرے گا۔" دھوم دھام سے بارات حویلی پہنچی خوب استقبال کیا گیا۔ جب نکاح پڑھایا گیا تو ابراہیم نے مسکرا کر سب کی طرف دیکھا۔

"بس اتنا ہی ساتھ تھا یا اللہ اسکا اور میرا کاش کے اس دل میں جگہ ہی نہ دی ہوتی۔ ان کے لیے بس دعا کرتا ہو جس کا ساتھ آپ نے مقدر میں لکھا ہے وہ خوش بختی سے نبھاسکوں۔" رخصتی ہوئی تو رونے والوں میں جس پر سب حیرت زدہ ہو رہے تھے وہ چوہدری اکبر رحمان ملک تھے اپنی اکلوتی بہن کو دور جاتا دکھتے ہوئیں رہا نہ گیا ہو بچکیوں سے رونے لگ گئے۔ ابراہیم کو گلے لگا کر کہا۔

"ایک اکلوتی بہن ہے میری بہت لاڈ پیار سے پالا ہے سختی کیا ہوتی ہے وہ اسنے کبھی نہیں دیکھی اگر بھول چوک سے کبھی کوئی غلطی ہو جائے تو معاف کر دینا۔" اور اپنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ "بیٹیوں سے ڈر نہیں

لگتا بیٹیوں کے نصیبوں سے ڈر لگتا ہے۔"

★★★★★★★★★★★★★★★★

ابراہیم نے کمرے میں قدم رکھا تو ہزار سوچوں میں گھرا ہوا تھا۔ اور ضویا دلہن بنے سامنے تھی ایک حقیقت کا سامنا کرنا تھا۔ جو اللہ کے نام لے کر کیا۔

"اسلام علیکم۔! ہماری آج سے پہلے کبھی کوئی بات نہیں ہوئی میں اپنے بارے میں کچھ بتانا چاہوں گا کوئی بھی رشتہ جھوٹ پر نہیں ہوتا میں بھی حقیقت بتانا چاہتا ہوں۔ میں نے بابا جان کے کہنے پر ہامی تو بھر لی تھی آپ سے شادی کی پردل مطمئن نہیں تھا۔ جس کے ساتھ ساری زندگی گزارنی ہے اسے ایک نظر دیکھنا تو چاہئے نہ میں بھی اسی وجہ سے گاؤں آیا تھا۔ پر یہاں میرا سامنا ایک لڑکی سے ہو گیا۔ پہلے تو بس آنکھوں پر دل ہار بیٹھا بالکل کانچ کی طرح شفاف ہر گرد سے پاک جیسے صرف میرے لیے ہو۔ میں بس دیکھتا ہی رہ گیا۔ پھر میں نے اس نے اس میں ازیت دیکھی جسے وہ مجھے مار کھاتا دیکھ نہ پا رہی ہو۔ اسکے بعد اس کا دیدار ہوا تو چند پلوں میں وہ مجھے سے دور ہو گئی بہت دور کوئی راہ اس طرف جاتی ہی نہ ہو۔ اس رات اللہ سے بہت شکوہ کیا کہ اگر آپ کے لیے ہی منتخب کرنا تھا تو اس کو اس دل کی بستی پر کیوں اتارا۔ میں زندگی میں پہلی بار اس رات کو رویا ایک لڑکی کے لئے۔۔۔ اور بھر در بار میں دعا کی کی ایک آخری دفعہ ہی صحیح دیدارے یار ہو جائے تب اچانک سے میری دعا قبول ہو گئی۔ تو سوچا اللہ سنتا ہے کبھی کبھی ہم بندے ہی اکثر طریقہ نہیں جانتے مانگنے کا۔۔۔ پر آج نکاح نامے پر دستخط کیے تو سچے دل سے اس رشتے کو قبول کیا۔ کیونکہ میں ساری زندگی سیراب کے پیچھے نہیں بھاگنا چاہتا۔

ابراہیم نے دیکھا ضویا بالکل خاموش بیٹھی سن رہی ہے تو رُکا۔۔۔ پھر سے بولا۔۔

”بہت برا لگ رہا ہو گا میرا یوں سچ کہنا۔ پر چاہتا ہوں سچ سے شروعات کروں اپنی نئی زندگی کی۔ سچ ازیت ناک تو ہوتا ہیں پر کچھ عرصے کے لئے۔“

”کچھ بولو گی نہیں۔؟ کوئی شکایت نہیں کروں گی۔؟“

”نہیں۔ مجھے آپ ایسے ہی قبول ہیں ساری زندگی کے لیے۔“ ابراہیم نے محملی ڈبے می بند سونے کا سیٹ اور بلینک چیک دیا جو بابا جان نے اسے تھمایا تھا۔ خود تو ہوش تک نہ تھی اپنی دلہن کے لئے کچھ لیا جائے۔

ابراہیم نے گھونگھٹ اٹھایا ایک منٹ کے لئے حیران رہ گیا ہو جیسے اپنی آنکھوں پر شُبہ ہو کے دیکھائی نہیں دے رہا۔ آنکھوں کو مسلا پھر سے دیکھا تو اپنا وہم جانا کہ کیا اب وہ اسکو اس روپ میں بھی نظر آئے گی۔ ضویا اس کی حرکت پر دیرے سے سر اُٹھا کے دیکھا کہ کہیں ناراض تو نہیں پر وہ تو اپنی آنکھوں کو بار بار مسل رہے تھے۔

”کیا ہوا آپ کو۔“

”پتہ نہیں مجھے آپ میں بھی وہی لڑکی دیکھ رہی ہے ہلانکہ کے میں ایسا چاہتا تو نہیں پر مجھے پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے۔“ ضویا پہلے مسکرائی۔ پھر ہنسنا شروع ہوئی تو ہنستی چلی گئی۔۔۔ ہنسی روک ہی نہیں پار ہی تھی۔ ابراہیم کو اسکی دماغی حالت پر شُبہ ہوا۔

”آپ ٹھیک تو ہیں نہ۔“

”جی۔۔۔ پر لگتا آپ کو یقین نہیں آیا میں وہی لڑکی ہو جس سے آپ کو عشق ہوا ہے۔ اور میں معذرت چاہتی ہو میرا اس میں کوئی قصور نہیں بابا جان نے روکا تھا آپ کو نہ بتاؤ۔ اور اُس دن جب آپ کنوئیں

والی زمین پر آئے تھے تو ویرجی شہر سے آئے تھے انہوں نے بھی آپ کو اسی لئے نہیں پہچانا تھا اور میں صرف دیکھ سکتی تھی ویرجی اور سب لڑکیوں کے درمیاں آ کے یہ تھوڑی کہہ سکتی تھی یہ وہی ہیں جن کو رب نے میرے لیے بھیجا ہے صرف میرے لیے۔"

"تم۔۔" ابراہیم کو سمجھ نہ آیا کے کس طرح ری ایکٹ کریں۔

"اس دن جب تمہاری دوست یا کزن اس نے کہا تھا۔ کہ تم راشی ہو۔۔۔ اسکا پتہ بھی ہے میں زندگی میں پہلی دفعہ اتنا رویا تھا صرف تمہارے لئے اللہ سے شکوے کیے اور وہ تو میری ہر دعا سن رہا تھا میں ہی انجان تھا اُس سے۔"

"ساری غلطی آپ کی ہے۔۔ آپ کو تھوڑی سی توسل ملنی چاہئے تھی۔۔"

"اس دن آپ نے راشی کے منگیتر کو رشوت دی تھی۔ حویلی کی ساری خبر آپ تک پہنچانے کی۔ آپ نے سوچ بھی کیسے ہمارے ملازم ہم سے غداری کریں گے۔ مجھے بابا جان نے اپنے گھر کا فون نمبر دیا تھا جب بھی دل کرے ان سے بات کر لوں۔ اباجی سے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے اور اباجی کو بھی کہہ دیا تھا کہ یہ ہماری امانت ہے کوئی روک ٹوک نہیں رکھنی جو کرنا چاہئے کرنے دینا تو میں نے بابا جان کو آپ کے بارے میں بتایا کے کیا کیا کرتے پھر رہے ہیں آپ اور چچا جان کو بھی سب پتا ہے۔"

"اور یہ سب تم لوگوں کی ملی بھگت ہے چھوڑو گا نہیں تم سب کو میں۔"

"مہتاب پتر ہن تے بہن کی بھی شادی ہو گئی ہے اب تو کروالوں شادی عمر نکلتی جا رہی ہے۔ مجھے بھی اس حویلی میں اپنے پوتے پوتیوں کو کھیلتے دیکھنا ہے۔ کل قبر اماسی آئی تھی اپنی نواسی کے رشتے کی بات کر رہی تھیں۔ پر میں کہہ دیا میں اپنے مہتاب کی خوشی سے ہی اسکی کی شادی کروں گی۔"

URDU NOVELIANS

"ماں جی مجھے ابھی شادی نہیں کرنی میں نے۔ اور ابھی کچھ فیکٹری کے کام کو بھی وقت ہے پھر ہی کچھ سوچوں گا اسے پہلے نہیں۔"

"پتر تب تک کے لئے بات ہی پکی کر لیتے ہیں۔ ماشا اللہ سے کڑی بہت سوہنی ہے۔ توں دیکھے گا تو دیکھتا رہ جائے گا۔"

"ماں جی۔ میری پسند سے کروں گے شادی تو صبر کریں میں آپ کو اپنی پسند بتا دوں گا۔ پر آپ انکار مت کرنا پھر۔"

چوہدائیں اتنے میں ہی خوش ہو گئی تھی کوئی ہے مہتاب کی زندگی میں۔۔

"تو صحیح فیکٹری کے کام کی وجہ سے بتا نہیں رہا۔"

اور مہتاب صحیح وقت کے انتظار میں تھا کہ کوئی ثبوت اس کے ہاتھ لگ جائے۔ تاکہ وہ بات کر سکے۔۔

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

ابراہیم آئینے کے سامنے اپنے بال بنا رہا تھا۔ جب ضویا کمرے میں داخل ہوئی پہلے سے بھی زیادہ دل میں اتر جانے والے دل کش انداز میں۔۔ ابراہیم نے ضویا کے دونوں ہاتھ تھامے اور بالکل سامنے کھڑے ہو کے پوچھا۔

"چلوں سب تو کلیر ہو گیا اب یہ بتائیں اُس دن درگاہ میں میرے دیکھنے پر وہ کیوں ہٹایا تھا۔"

"وہ میں آپ کو دیکھنے سے ہٹایا آپ کو کیسے پتہ۔"

"میں پوچھ رہا ہوں تم سے"

Page 49

URDU NOVELIANS

"آپ۔۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں کسی نے دیکھ لیا تو۔؟ اگر ماں آگئی تو۔؟ اگر چوہدرائیں نے دیکھ لیا تو۔؟ مجھے کبھی حویلی نہیں آنے دیں گی ایک احسان کریں یہاں سے چلے جائے۔۔ پلیز آپ کو اللہ کا واسطہ ہے۔"

"شش۔۔ ایک لفظ اور نہیں۔" اور ہونٹوں پہ انگلی رکھ دی۔ شانی کی آواز ساتھ ہی گم ہو گئی۔ اور وہ اس کے پاس آیا۔ اور پاس آیا۔ تو بولا۔

"میں تم سے وعدہ کرنا چاہتا ہوں شانی۔۔ میں ساری زندگی تمہارے ساتھ رہوں گا تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا جو تم چاہو گی وہ کروں گا ساری زندگی تمہارا اسیر بن کر رہوں گا بولوں کیا تم کو منظور ہے۔" شانی کے ہونٹوں پر ابھی تک مہتاب کی انگلی تھی۔

شانہی نے اپنے کپکپاتے ہونٹ وا کر ناچاہئے تو اماں نے آواز دے دی۔

"شانہی اٹھ جا پتر کی ویلا ہو گیا ہے کالج نہیں جانا۔" اور منہ سے چادر ہٹا دی۔ شانی ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"ہائے اللہ یہ سب خواب تھا۔۔ اُف۔"

"اماں آج میں آلو والا پراٹھا ہی کھانا ہے۔" اور واش روم میں گھس گئی دل ابھی بھی زوروں سے دھڑک رہا تھا۔

★★★★★★★★★★★★★★★★

"چوہدرائیں شانی کے لئے رشتہ آیا ہے۔ میں اُسے نہیں بتایا آپ کے پاس آئی ہو بتانے۔"

"کون لوگ ہیں کچھ پتہ ہے انکے بارے میں۔"

URDU NOVELIANS

"وہ جی شہر میں رہتا ہے اور اپنی امی کو ساتھ لایا تھا پر شانی گھر پر نہیں تھی۔ ورنہ طوفان کھڑا کر دینا تھا اسنے۔"

"کس نے طوفان کھڑا کرنا تھا اماں۔" رشیدہ اور چوہدرائیں تختے پر بیٹھی تھیں۔ رشیدہ سے رازوں نیاز کر رہی تھی کہ اچانک سے مہتاب اندھا گیا۔ جو اپنے کمرے میں جاتا جاتا شانی کا نام سن کے روک گیا۔

"کچھ نہیں باؤ جی وہ تو۔ بس میں شانی کا بتا رہی تھی چوہدرائیں کو بہت شیطان ہو گئی ہے۔"

"اچھا میں تو کچھ اور ہی سنا ہے کوئی رشتہ آیا ہے شانی کے لئے۔"

رشیدہ اور چوہدرائیں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"جی باؤ جی آیا تو ہے جی۔ جو چوہدرائیں کہیں گی ویسا ہی ہوگا۔" اسی وقت چوہدرائیں بولی۔

"تم کو کیا لینا دینا عورتوں کی باتوں سے۔"

"ماں جی میں کافی عرصے سے دیکھ رہا ہوں۔ جہاں شانی کی بات آتی ہے آپ مامعلہ رفع دفع کر دیتی ہیں۔ کس سے ڈر ہے آپ کو۔"

"مجھے کسی سے کیا ڈرنے کی ضرورت۔ تم نہ بس گھر کی باتوں میں ٹانگ مت آڑا کر و جاؤں یہاں سے۔"

مہتاب کو ماں جی کا رویہ سمجھ نہ آیا اور اپنے کمرے کو چل دیا۔ پردماغ سوچا میں الجھا ہوا تھا۔



URDU NOVELIANS

کب سے غصے سے دماغ کھول رہا تھا۔ شانی اگر وہی ہوئی تو وہ کسی اور کی کیسے ہو سکتی ہے اس معاملے کو اسکو اتنا لیزی نہیں لیا نا چاہیے تھا۔ اگر شانی نے بھی ہاں کر دی تو وہ کیا کر سکے گا۔ سوچتے سوچتے ایک خیال آیا تو شانی کے کالج کی طرف چل دیا۔ وہاں کالج کے ہیڈ سے ملاقات کی۔

★★★★★★★★★★★★★★★★

شانسی آسیہ کے ساتھ کالج کے باغ میں بیٹھی اپنا خواب سنارہی تھی اور آسیہ منہ کھولے سُن رہی تھی۔
"شانسی تو مان نہ مان پہلے تو باوجہی کو تجھے سے محبت ہوئی اور ان کی محبت اتنی سچی تھی کہ اب تم کو بھی ان سے محبت ہو گئی ہے۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو مجھے کوئی محبت و حبت نہیں ہوئی میں تو بس خواب سنارہی ہو تو تعبیر بتا سکی اگر آتی ہے۔"

"تو مان یا نہ مان فلموں میں تو ایسے ہی ہوتا ہے۔۔"

"تجھ سے نہ بات کرنا ہی فضول ہے میرا ہی دماغ خراب ہوا تھا جو تجھے بتانے بیٹھ گئی تھی۔ آتا جا تجھے کچھ ہے نہیں۔"

"یار اس دن دیکھا نہیں کسے تیری مدد کو پہنچے تھے۔ اور اس لڑکے کو پیٹ پیٹ کے بھڑتا بنا دیا تھا۔ بیٹا اسی کو عشق کہتے ہیں یار مصیبت میں ہو تو دوسری کو خبر ہو ہی جاتی۔"

"ہاں وہی خبر جو پانچھی نے دی ہمارے عشق کا رپوٹر۔" شانی نے آسیہ کی بات پر جل کر کہا۔

"اچھا ایک بات بتاؤ۔"

"ہاں پوچھوں"

"اگر باوجہ اپنی مرضی سے شہر کی لڑکی سے شادی کر لے گے تجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔؟" آسیہ کے سوال سے کچھ تودل کو ہوا اور خیال سادل کو چھو کو گزرا "میں کرتا ہوں نہ تم سے پیار۔۔" مگر ان سب خیالوں کو دماغ سے جھٹک دیا اور مصنوعی سی ناراضگی طاری کر کے بولی۔

"لو بھلا مجھے کیوں فرق پڑنا ہے فرق تو چوہدرائیں جی کو پڑے گا بیٹا ہاتھ سے جو نکل جائے گا۔"

"دفعہ ہوشانی کسی کام کی نہیں ہے تو۔ نہ تو اپنے کالج میں لڑکے ہوتے ہیں اور پنڈ کے لڑکوں کو دیکھنے کا میرا دل ہی نہیں کرتا۔ میری اتنی خواہش تھی کہ اصل والی لو سٹوری دیکھوں اپنی آنکھوں سے۔۔ جیسے حویلی کی ایک لڑکی کے بارے میں تھی۔"

"حویلی کی کونسی لڑکی کی لو سٹوری ہے۔" اسی ٹائم دونوں کی نظر اپنا گلا کھنکارتے مہتاب پر پڑی تو دونوں نے مڑ کر دیکھا۔ تو دونوں کے رنگ ہی اڑ گئے اور ایک ساتھ بولی۔ "آپ یہاں۔۔" مہتاب نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ رکھے تھے اور کندھے اوچکا کر باور کروایا کہ وہ سب سن چکا دونوں نے آؤ دیکھا ناتا وہاں سے بھاگ نکلی۔۔ مہتاب اپنی دلکش سی مسکراہٹ لئے ان کی حرکت کو دیکھ رہا تھا۔



"بے جی میرا دل کرتا ہے اپنی شانزہ کے لئے مانی کا ہاتھ ویر جی سے مانگ لوں اگر بیٹا ہوتا تو مریم میری ہی تھی کیوں ویر جی منظور ہے آپکو۔" شانزہ کے عقیقہ کی تقریب منعقد کی گئی تھی سب حویلی میں جمع تھے تو ضویا نے بڑے مان سے اپنے بھائی کے آٹھ سالہ بیٹے کا رشتہ مانگا تو سب کی خوشی کا کوئی ٹھیکانا نہیں تھا۔ ضویا نے مانی کو اپنی گود میں لے کر پوچھا "مانی تم شانزہ سے شادی کرو گے۔؟"

مانی صاحب نے ایک نظر اپنی بھو کو دیکھا اور ایک نظر پاس سوئی پڑی شانزہ کو دیکھا اور بولا۔

URDU NOVELIANS

"بواہ تو بہت چھوٹی ہے یہ دلہن کیسے بنے گی جیسے آپ بنی تھی۔ یاد ہے آپ کو میں کتنا رویا تھا۔"
"اور تیرے باپ نے سب کو رولایا تھا۔" چوہدری اکبر نے اپنے پوتے کی معصوم سی بات پر مسکراتے ہوئے بیٹے کو دیکھا جسے تب سے اب تک اسی طرح چڑاتے تھے۔
"اباجی ایسے نہ کہا کرو سب کے سامنے اور میں جزباتی ہو گیا تھا اپنی بہن سے دوڑی کے خیال سے" اور ضویا کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔
"اللہ خوش رکھے۔۔"

مانی شانزہ کے پاس گیا اور پیار سے اس کے روئی جیسے گلابی گالوں کو چھو کر بولا۔
"بھوایہ میری دلہن بنے گی تو آپ اسکو حویلی میں چھوڑ جانا میں اس کو سکول کا سارا سبق یاد کروادوں گا۔" اسکی معصوم سی خواہش پر سب کا قہقہہ ایک ساتھ بلند ہوا۔

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

"آسیہ عاشی کے بارے سنا تو نے"
"ہاں آج ہی ماسی شکورہ مٹھیائی لے کر آئی تھی۔ مجھے بہت افسوس سا ہوا کہ اتنی بڑی عمر کے آدمی سے نکاح پڑھا دیا اس کے باپ نے زبردستی۔ اور ماسی بتا رہی تھی اسکا کسی کے ساتھ چکر تھا جس کا اس کے ابو کو پتہ چل گیا تھا کھیتوں میں پکڑی گئی تھی۔"

"اللہ رحم کریں سب کے حال پر کیا ملتا ہے یہ سب کر کے رکھا ہی کیا ہے عشق محبت میں مل جائے تو بدنامی نہ ملے ذلت الگ سے۔ پورے گاؤں میں جتنی اسکی ٹور تھی رشک آتا تھا اس پر مجھے۔ ہر مہنگے سے مہنگا سوٹ اسنے پہنا تیار ہر وقت رہنا۔ دنیا کی ہر چیز اس کے ابو نے لا کر دی جسے دیکھ کر میرا دل کرتا تھا

میرے بھی ابو ہو مجھے بھی اتنا پیار کرے میری بھی ہر فرمائش پوری کریں۔ پر ذرا عزت نہ رکھی پورا گاؤں باتیں کر رہا ہے۔۔۔ حق ہا اللہ سونے رشتے دے تو نصیب بھی سونے دے ورنہ کسی کا کوئی فائدہ نہیں۔"

"آمین۔۔۔ چل یار کل آخری پیپر ہے تیاری بھی کرنی ہے۔"

★★★★★★★★

"چوہدری اکرام جٹ ہوں میں اور جو چاہتا ہوں کر کے رہتا ہوں۔ مجھے ہر حال میں وہ زمین چاہیے وہ زمین صرف اور صرف میری ہے۔ اور کسی کی نہیں ان بیگ برادران میں تو میں پھوٹ ڈلو اؤں گا کیسے ذلیل کر سکتے ہے مجھے بھڑی پنچائت میں۔" چوہدری اکرام غصہ سے پاگل ہو رہا تھا۔ جو زمین اس نے خریدنی چاہی وہی بیگ برادران نے اپنی گنے کی فصلوں کی پیداوار بڑھنے کے لیے خرید لی تھی۔ زیادہ داموں میں معملاً پنچائت تک گیا کیونکہ اکرام کے گنڈوں نے دھمکا دیا تھا وہ زمین نہ خریدے ورنہ اچھا نہیں ہو گا پر رفیق بیگ نے ایک نہ سنی اور معملاً سارا پنچائت تک لے آیا اور سب کا فیصلہ رفیق بیگ کے حق میں تھا۔ جس نے پہلے ہی یہ زمین کا بیانہ ادا کر دیا تھا۔ پر اکرام کو اس زمین پر مل لگانی تھی ہر حال میں۔ کیونکہ اس نے پیسہ کھایا تھا۔ اسکے کے لئے جان مال سے زیادہ اہم ہو گئی تھی یہ بات۔۔۔ ورنہ سارا پیسہ واپس کرنا پڑتا اور نقصان ہوتا الگ۔ پنچائت سے توچپ کر کے واپس آ گیا تھا۔ پر غصہ اور تذلیل برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"میں چھوڑوں گا نہیں تم کو رفیق۔ خاندان ختم کر دوں گا میں تمہارا جتنی بے عزتی میری کی ہے تمہاری یہی سزا ہونی چاہئے۔"

URDU NOVELIANS

مہتاب کی فیکٹریوں کا کام اپنے اختتام پر تھا۔ اور گاؤں کے لوگوں کا جوش اور ولولہ اپنے عروج پر تھا۔ ہر کوئی خوش تھا کہ ان کی فصلوں کو اب بہترین داموں میں خریدہ جائے گا۔ قرضے اتر جائیں گے ان کے سروں سے۔۔۔ اور کوئی میلی آنکھ سے نہ دیکھے گا انکی بہن بیٹیوں کو۔

★★★★★★★★★★★★★★★★

کہاں گئی تھی یوں اکیلے منہ اٹھا کر۔"

"کیا مطلب آپ کا۔؟ میں جہاں بھی جاؤں آپ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے اپنی اماں سے اجازت لے عاشری سے ملنے بچاری کی رخصتی ہے کل اور کوئی اس سے ہمدردی تک نہیں کر رہا گاؤں "کر گئی تھی۔۔ میں۔ مانا غلطی ہے اسکی پر اسکی سزا بھی تو مل گئی ہے اسے۔ رورو کے بُرا حال کیا ہے اسنے اپنا۔ کمینہ وہ لڑکا اسکے باپ کے سامنے مکر گیا کہ یہ خود ملنے آتی تھی میں نے کبھی نہیں کہا ملوں اور ایسی لڑکیوں سے شادی نہیں کی جاتی۔ تو اسکے ابو نے کروادی اسکی شادی پنتالیس سے کم کا نہیں ہو گا دیکھا میں خود کو چالیس کا کہتا ہے ہونہ۔" شانی کی بولتی زبان پر کبھی بریک نہیں لگ سکتا تھا۔ اور مہتاب ناگواری سے اسکی کتھاسن رہا تھا۔

"تم کو بہت ہمدردی جاگ رہی ہے تو بتانا چلوں وہ وہی لڑکا ہے۔ جو اس دن سڑک پر تنگ کر رہا تھا۔ اور پتہ ہے اسنے تمہارے لئے رشتہ بھی بھیجا ہے ماں جی نے چھان بین کا کہا تھا شفی محمد کو اور ابھی تصویر دیکھ کر آ رہا ہو پر تم کو کیا کرو ہمدردیاں۔۔ اور شادی بھی کر لینا۔"

"اللہ معاف کرے باؤ صاحب میں کیوں شادی کرنے لگی اس لفنگے سے۔ اور اسکی ہمت کیسے ہوئی ہے میرے گھر رشتہ بھیجنے کی۔"

"تمہاری دوست نہیں بیسٹ فرینڈ کہنا چاہئے اسنے پتہ دیا تمہارے گھر کا اسے۔"

"آسیہ نے۔۔؟" مہتاب دانت پیسے ہوئے بولا

"عاشی عرف عائشہ بی بی نے۔"

"کیا۔۔ اسنے ایسا کیوں کیا۔؟"

"یہ تو میں نہیں بتا سکتا۔ پر تمہاری شادی کسی اور سے نہیں ہوگی آج میں تم کو بتا رہا ہوں اور کل اماں کو بھی بتا دوں گا۔ سبھی تم۔" شانی کو کچھ سمجھ نہ آئی کے باوجود صاحب کہنا کیا چاہتے ہیں۔

"پر چاہتے کیا ہے آپ کو مجھ سے۔ میں ایک بھی بات کا مطلب نہیں سمجھی کیوں فکر ہو رہی ہے آپ کو۔" مہتاب چلتے چلتے روکا اور کھیتوں کے سائیڈ پر بنی پگڈنڈی پر بیٹھ گیا۔ اور شانی روک کے اسے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"آپ کو ہوا کیا ہے۔ بنا ہاتھ پیر کے بات کیے جارہے ہیں مجھے صحیح سے سمجھائے جلدی سے۔"

"بیوقوف ہو تم میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ بس اتنی سی بات ہے۔ آئی تمہاری سمجھ میں میری بات یا اور کسی طریقے سے سمجھاؤں میں کیوں پریشان ہوا تمہارے لیے۔"

شانہی نے حیران ہوتے ہوئے مہتاب کو دیکھا۔

"آپ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔۔ مجھ سے"

"ہاں۔ کوئی شک ہے تمہیں۔۔؟"

"آپ یہ بولو گے نہ چوہدرائیں سے انکار ہی سُننے کو ملے گا کوئی اپنی ملازمہ کی اولاد سے اپنی اونچے شملے کو داغ نہیں لگنے دیتا۔ خیالوں سے باہر آ جاؤ گی۔ اور نہ میں کرنے والی ہو آپ سے شادی۔"

"شادی تو تم سے ہو گی میری ہر حال میں یاد رکھنا اور اگر کوئی ہے بھی تمہارے ذہن میں تو اسے نکال دوں سمجھی۔" مہتاب اسکے انکار سن کے ایک دم آگ بگولا ہو رہا تھا اور بازو کھینچ کے اسے تنبیہ کیا۔

"چھوڑے مجھے آپ زبردستی ہاں نہیں کروا سکتے اپنے ساتھ ساتھ میری بھی بدنامی کروا دیں گے۔"

"چھوڑو گا تو اب مر کر ہی۔ دعا کرو یا تو میں مر جاؤں یا اپنا دماغ اور دل بدل لوں۔"

"میں آپ کو ایک اچھا انسان سمجھتی تھی پر آپ ویسے ہی نکلے جیسے سب مرد ہوتے ہیں۔ جن کی تان شادی پر ہی ختم ہوتی ہے۔"

"تو کیا تم بنا شادی کے رشتہ بنانا چاہتی ہو۔ تو مجھے وہ بھی منظور ہے پر کسی اور کا بھی سوچا نہ تو میرے سے برا کوئی نہ ہو گا۔ اور آئندہ سے مغرب کے بعد گھر سے باہر نظر مت آنا۔" شانی کو ایک دم سے رات ہونے کا خیال آیا۔ پر باؤ جی سے یہ امید ہر گز نہ تھی اسے چوہدرائیں حویلی میں گھسنے نہ دے اور انکے صاحب زادے شادی کی بات کرتے ہیں۔

شانہ نے وہی سے دوڑ لگائی بنا پیچھے مڑے۔ مہتاب نے لمبا سانس اندد کھنچا ایک عجیب سے بو جھل ہوتے دل کے ساتھ چل دیا۔ اسنے کبھی نہیں سوچا تھا وہ اس طرح کی دھمکیاں بھی لگا سکتا ہے۔ پر ایک تو شانی تھی بہت ڈھیٹ اوپر سے اس لڑکے کی حرکتوں سے دماغ کھول رہا تھا جس نے عاشقی کی ویڈیوں بنا کے اسے بلیک میل کر رہا تھا۔ سب شفنی محمد نے رازداری سے بتایا۔ کافی دنوں سے کسی بندے کو اسکے گھر کام پر لگا کے یہ انفارمیشن حاصل کی تھی۔

URDU NOVELIANS



"ماں جی آپ کہہ رہی تھی نہ میں اپنی پسند کی لڑکی آپ کو بتاؤ۔ میں شانی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

چوہدرائیک دم سے غصے میں آگئی اپنی اس بیٹے پر جس کو کبھی گرم ہوا بھی نہ لگنے دی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔ تمہارا دماغ تو ٹھکانے پر ہے۔ جو یہ بات کر رہے ہو میں کبھی بھی اس بات کو نہیں مانوگی۔ ساری دنیا میں تم کو اور کوئی لڑکی نہیں ملی جو تم شانی جیسی بیوقوف سے شادی کرنا ہے۔۔ جسے دنیا داری ذرا بھی نہیں آتی ہے۔"

"میں اگر شادی کروں گا تو صرف شانی سے ورنہ کبھی شادی نہیں کروں گا۔ اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے سن لے آپ بھی۔"

"تم مجھے دھمکی دے رہے ہو اب مجھے یہ دن بھی دیکھنا ہو گے کیا؟ میں ہر گز اس میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں۔"

"یہ لیجیے سارے پیپرز میں سب تصدیق کروا کے لایا ہوا گراب بھی آپ کو کوئی مثلاً ہے تو بتائیں۔"

کیا "مہتاب نے ایک نیلے رنگ کی فائل ماں کے آگے بڑھائی جسے نا سمجھی میں چوہدرائیک نے تھام لیا۔

ہے اس میں۔۔"

"کھول کر دیکھیں اسکے بعد اگر آپ کو یہ رشتہ نا منظور ہے تو میں سب اسے بتا دوں گا۔ کم سے کم وہ اپنی اصلیت سے واقف تو ہو۔"

چوہدرائیک نے فائل میں موجود پیپرز کو پڑھنا شروع کیا تو ان کے رنگ اڑ گیا۔

"یہ، یہ کہاں سے لی ہے تم نے اور میں کیسے مان لو یہ سچ ہے۔"

URDU NOVELIANS

"ماں جی شفی محمد سے میں سب معلوم کر لیا ہے اتنا تو اعتماد کا بندہ ہے نہ جو سب کچھ جانتا ہو گا۔"

"میں کیا کہوں تم کو مہتاب پُتر بہت غلط کر رہے یوں اسکی زندگی کے ساتھ بھی اور اپنی زندگی کے ساتھ بھی میں اپنا خاندان ختم نہیں کرنا چاہتی ہوا اسکی وجہ سے۔"

"ماں جی جب آپ نے یہ کیا تھا تو تب مجبوری رہی ہوگی پر میں اب اس قابل ہو کے سب کچھ سنبھال سکتا ہوں۔"

"میں کبھی شانی کی دشمن نہ رہی تھی بس اسکی حفاظت کرنا چاہی تھی میرا اور کوئی مقصد نہ تھا۔"

چوہدرائُن نے اپنے پلوں منہ پر رکھ کر رونے شروع کر دیا۔ مہتاب جلدی سے ماں کے پاس آیا اور گلے لگا لیا۔

"ماں جی میں جانتا ہوں آپ کسی کا برا نہیں سوچ سکتی ہیں۔ نہ کسی کے ساتھ بُرا ہوتے دیکھ سکتی ہیں آپ پلیز چپ ہو جائیے۔"



مہتاب اور چوہدرائُن، چھوٹی بہن مریم اور شازیب مل کے رشیدہ اماں کے گھر شانی کا رشتہ لینے گئے تھے۔ سب راضی خوشی طہ پایا۔ پر شانی اس دن والی ناراضی قائم رکھے ہوئے تھی۔ جو سیدھے بلانے کو رواں دار نہ تھی پر چوہدرائُن اور مریم باجی کے پہلی دفع گھر آنے پر بھولے نہ سمار ہی تھی۔ اسے لیئے یہی احساس کافی تھا کہ اماں کی طرح چوہدرائُن اسے بھی چاہے گی۔ اور وہ حویلی جائے گی۔ پر جس کے نام سے اس حویلی میں جائے گی اسی سے خفا تھی۔

"رشیدہ اماں نے کہا شانی چائے بہت اچھی بناتی ہے۔" تو سب نے فرمائش کے وہ شانی کے ہاتھ کی بنی چائے پیئیں گے پر مہتاب کا کہنا تھا نہیں وہ چائے نہیں پیتا۔ سب سے پہلے شازیب کا منہ کھولا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔۔؟ میرے کان یہ کیا سن رہے ہیں ماں جی کہیں میری سماتوں سے جو بات ٹکرائی ہے یہ سچ ہے کے وہم ہے میرا۔"

"بکومت۔ ہر جگہ تمہارا مسخراپن شروع ہو جاتا ہے مریم سمجھاتی نہیں ہواپنے میاں کو۔"

"بھائی آپ کے دوست ہیں خود ہی سمجھالے میری کہاں سنتے ہیں۔"

"بیگم صاحبہ یہ سراسر نا انصافی ہم آپ کے غلام ہے جو آپ حکم کرتی ہیں بجالاتے ہیں۔" سب ہنسی خوشی چل رہا تھا۔ اتنے میں شانی چائے بنالائی۔ مہتاب نے شانی کا موڈ دیکھتے ہوئے چائے پینے سے انکار کر دیا تھا۔ کیا پتہ اب کے زہر ہی ملا کر لے آئی ہو۔۔ پر شانی نے کپ مہتاب کی طرف بڑھایا تو آنکھوں سے دھمکایا۔ مہتاب کی ہنسی چھوٹے چھوٹے رہ گئی۔ اور کپ تھام لیا۔ مہتاب کو پورا یقین تھا کہ چائے دینی والی کے تیور کچھ اچھے نہیں ہے پھر بھی مجبوراً زہر مار کے پینے لگا۔ پر آج چائے میں نمک کا نہیں گرم مصالے کا تڑکا لگایا گیا تھا۔

سب نے اپنے اپنے کپ سے چائے پیتے ہوئے شانی کی تعریف کر رہے تھے اور مہتاب کی جان پر بنی ہوئی تھی کہ اگر چائے پینے سے انکار کیا تو کہی شانی رشتے سے ہی انکار نہ کر دے۔ اس لئے مجبوراً چائے کم زہر کے گھونٹ ہلک سے نیچے اتارہ کے اچھو لگ گیا اور واش روم کی طرف بھاگا۔ سب ایک دم سے پریشان ہو گئیں۔۔

"اسے کیا ہوا ہے۔؟" شازیب نے پوچھا۔۔۔

URDU NOVELIANS

شانی پیچھے گئی تو اسکو بُری طرح کھانستا اور الٹی کرتے دیکھا تو رنگ فق ہو گیا۔ اور اپنی اس حرکت پر کچھتائی۔

"تمہارے ہاں گھر آئے مہمانوں کی یوں خاطر داری کی جاتی ہے دوسری دفعہ ہوا ہے میرے ساتھ اور سوچ لو گن گن کے بدلے لوگا۔" شانی کو کبھی کسی نے دھمکی نہیں لگائی تھی نہ اونچی آواز میں بات کی تھی اس کے لئے یہ سیچویشن نیو تھی پر وہ اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے پانی کا گلاس آگے کو بڑھایا۔

"پانی پی لیں اور اگر میرے ساتھ کچھ بھی الٹا سیدھا کرنے کی کوشش کی تو اس سے بھی برا ہوگا اور میں بدلہ چکھتا کرتی ہوں اُدھار کسی کا نہیں رکھتی" مریم پیچھے سے آگئی۔

"اووو ہو۔۔۔ یہ ملنے کا بہانا تھا کیا۔؟ ہم سے کہتے بھائی ہم آپ کے لئے بہترین جگہ ڈھونڈتے جہاں کوئی ڈسٹرب نہ کرے آپ دونوں کو۔"

"چھوٹی تم باز آ جاؤں شازیب کی دوسری کاپی بنتی جا رہی ہو۔۔۔" دونوں ہنستے ہوئے بیٹھک کی طرف روانہ ہوئے۔ شانی نے آنکھیں نکال کے اور منہ بھگاڑ کے مہتاب کو دیکھا۔ اور مہتاب ہنسے ہوئے وہاں سے نکل گیا۔

★★★★★★★★★
URDU Novelians

بہت سوچ سمجھ کر تم کوئی اُمید رکھنا
محبت بھی آتی ہے مگر میں آجکل فریبی ہو

تیمور نے شعر پڑھا اور ایک آنکھ بند کر کے بانو کو اشارہ کیا جس پر بانو کا خون کھول اٹھا۔ "کیا بد تمیزی ہے یہ۔۔؟"

"ہم نے کیا گستاخی کر دی محترمہ آپ کی شان میں۔ ہم تو محفل لوٹنے کے چکر میں ہیں۔ آپ کو داد دینی چاہئے ہمیں اس خوبصورت سے شعر پر۔۔"

"خوبصورت لگ ہی نہ جائے کسی کو۔۔ ہونہ"

"یہ کیا یار تم لوگ جب بھی آمنے سامنے آتے ہو تو جنگ کا اعلان کیوں کرتے پھرتے ہو ختم بھی کرو یہ لڑائی ہماری شادی کو دو سال ہو گئے ہے پر تم دونوں کا جھگڑا ابھی بھی قائم ہے۔"

"میں جھگڑ رہا ہوں یا یہ محترمہ۔" تیمور نے بانو کی طرف اشارہ کیا۔

وہ کیسے "میں کب جھگڑ رہی میں تمہاری حرکت پر غصہ ہو وہ تم نے جو۔" بانو ایک دم سے چپ ہو گئی۔۔

بتائے تیمور کی اس حرکت کے بارے میں۔۔ وہ سب ایک ساتھ بیٹھ شعر و شعاری اور ادھر ادھر کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ کافی عرصے بعد سب شانزہ کے عقیقے پر حویلی کی تقریب میں شامل ہوئے تھے۔ بانو ضویا کی چچا زاد بہن تھی اور انکی بچپن سے کافی دوستی تھی۔ آج حویلی میں سب کزن ایک ساتھ اکٹھا ہوئے تھے۔ اور تیمور اپنے شوق انداز میں ساری محفل کی جان بنا ہوا تھا۔ اور شانزہ کو گودہ میں اٹھائے گھوم رہا تھا۔ "اوائے مانی یار دیکھ تمہارا میری چھوٹی سی جان سے رشتہ بھی پکا ہو گیا اور ادھر میرے بارے میں کسی کو پروا ہی نہیں کے لڑکے کی عمر شادی کی ہو گئی ہے۔ کسے گھر والے ہیں میرے۔" مانی کو خاک سمجھ آنی تھی تیمور کی پر بار بار وہ اس معصوم سی گڑیا کو پیار کیے جا رہا تھا اور سب کو ایسے خوشی خوشی بتا رہا تھا کہ دنیا کی سب سے خاص خوشی مل گئی ہو۔

"چاچو یہ میری گڑیا ہے بھوانے کہا ہے یہ مانی کی ہوئی اب میں اسکو سکول ساتھ لے کر بھی جاؤں گا۔"

"پر یار یہ تو بہت چھوٹی ہے سکول تو نہیں جا پائے گی۔ تم ایسا کر ناجب بڑی ہو جائے تو تب اسکو پڑھا دینا ابھی اسے ہمارے پاس رہنے دو" اور پہلے مانی اور پھر شانزہ کو پیار کیا۔ ہال میں سب اپنی اپنی باتوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ تیمور کی نظر بار بار بانو پر جا کے ٹھہرتی جو کافی دیر سے اسکی اس حرکت کو مخصوص کرتے ہوئے چڑ رہی تھی۔ تیمور کو اسکا چڑنا مزہ دے رہا تھا۔ بے جی نے بانو کو اپنے پاس بلایا اور سب کے لئے چائے بنانے کو کہا تو وہ کچن کی طرف گئی اسی وقت تیمور نے سب کو دیکھا کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا اور شانزہ کو اٹھائے کچن کی طرف ہو لیا۔

"اہم۔۔ کیا ایک گلاس پانی مل سکتا ہے۔۔" بانو نے گھور کے دیکھا تو تیمور نے پھٹ سے آنکھ ماری۔

"ایسے اتنے پیار سے کیوں دیکھ رہی ہو کیا اتنا خوبصورت لگ رہا ہو کیا۔"

"بہت فضول بولتے ہیں آپ۔ اور حرکتیں ایسی ہیں کے کسی کو بتائی بھی نہیں جاسکتی۔"

"اے ہو مسئلہ یہ ہے کے میری حرکتوں کے بارے میں آپ کسی کو نہیں بتا سکتی ہے اسلیے چھپ رہی ہیں ہم سے۔"

"آپ یہاں سے جائیں کوئی آجائے گا اور کتنی بدنامی ہوگی سوا لگ۔"

"بدنام نہ ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا شانزہ گڑیا۔ بتاؤ اپنی ہونے والی چچی کو۔"

"استغفار اللہ۔ کیا سیکھا رہے ہیں بچی کو۔ تسی تے واقعی بہت لوفر سے بندے ہو۔ قسم سے میں آپ سے شادی تو کبھی نہیں کرنی۔"

URDU NOVELIANS

"دیکھوں لڑکی مجھے بھی اگر شادی کرنی ہے۔ تو تم سے ہی کرنی ہے ورنہ ایسے ہی مر جانا ہے۔ پھر روتی رہنا کے ایک تھا کوئی پاگل تمہارے لئے۔"

"کچھ بھی بول دیتے ہیں آپ شرم ہی کر لیا کرو کچھ۔"

"وہ کیا ہے نہ جب سے آپ سے ملاقات ہوئی ہے۔ شرم تو ہم سے شرماں سی گئی ہے۔"

"شرم ہوتی تو شرما تی نا۔" دونوں نے ایک دم سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو ابراہیم کو کھڑا پایا۔ تیمور بالکل ریلیکس تھا پر بانو وہاں سے بھاگ نکلی۔۔

"یار شرم تو نہیں آتی میرے سسرال میں میری ہی سالی صاحبہ سے چکر چلائے جا رہے ہیں۔"

"یار چکر تو مت بول یہ تو محبت ہے عشق ہے تم کیا سمجھو زن مرید۔" ابراہیم نے ایک گھوسا جڑا تیمور کو۔

"اور تو کون سے پیرو مرشد کی مریدگی اختیار کر رہا تھا بد تمیز انسان۔" دونوں کا جناتی قہقہہ بلند ہوا۔ جس پر شانزہ نے ڈر کے رونا شروع کر دیا تو ابراہیم نے بڑے پیار سے تیمور کے ہاتھوں سے شانزہ کو اپنی گود میں لیا۔

"میری پالے سے بچے کو چاچو نے رولا دیا اوے میرا بچہ چپ چپ بابا ہے نہ۔" اور پیار کیا۔

"واہ بچی کو ابھی سے بد ظن کر مجھ سے پہلے ہی اتنی مشکل سے دوستی ہوئی ہے ہماری۔" اور شانزہ اپنے بابا کی گود میں آتے ہی چپ ہو گئی۔

"بڑی کو بدید اولاد ہے بالکل اپنے باپ پر گئی ہے۔" ابراہیم نے پھر سے قہقہہ لگایا پر اس دفعہ ذرا دھیمے

سے۔

URDU NOVELIANS

"یار میں بات کرو گا بابا سے اور چچا، چچی سے تمہارے رشتے کے لئے اور وہ خود ہی آگے بات کر لے گے تو اپنے کام کی طرف سے کچھ سنجیدہ ہو جا۔"

"اگر کام میں سنجیدہ ہونے سے یہ رشتہ پکا ہو سکتا ہے تو سمجھوں میں نے کل سے آفس جوائن کر لیا ہے تم لوگوں کے ساتھ۔"

"یہ ہوئی نہ بات بس پھر اگلے مہینے لازمی بات کروں گا۔"

"اگلے مہینے کیوں ابھی کیوں نہیں۔"

"او جلد باز انسان ہم کیا کہیں گے۔ ہمارے نکتے نکھٹوں بیٹے کو اپنی بیٹی کے لئے پسند کر لیں بعد میں اگر اسکا دل کیا تو کام بھی کر لے گا ہے کہ نہیں۔"

"ہائے مطلب واقعی آفس جوائن کرنا پڑے گا۔" اتنے میں ضویا کچن میں داخل ہوئی تو ان دونوں کو دیکھ کے ایک منٹ کے لئے روکی اور شکی نظروں سے دونوں کو دیکھا۔

"کوئی پلیننگ چل رہی ہے یہاں آپ لوگ جب بھی ایک ساتھ ہوتے ہیں اگلا لمحہ خیریت کا نہیں ہوتا۔"

"استغفار اللہ۔۔ بھابھی کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ آپ تو میں کل سے آفس جوائن کرنے کی بات کر رہا تھا بے شک پوچھ لے اپنے مجازی خدا سے۔"

"رہنے دو یار عورتوں کو شک کرنے کے علاوہ آتا ہی کیا ہے۔۔"

"یار تم تو دو سال میں کافی دکھی ہو گئے ہو۔" "توبہ یا اللہ میں کیوں ہونے لگا دکھی میں تو اپنی ضویا کے ساتھ بہت خوش ہوں اور مرتے دم تک خوش ہی رہوں گا۔"

"آمین۔" تیمور نے دل سے کہا۔

اسی وقت بانو گھبرائی ہوئی اندر آئی رنگ اڑے ہوئے تھے اور ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ سب نے پریشانی سے اسکی طرف دیکھا ضویا جلدی سے اسکے پاس گئی بس گرنے والی ہو جیسے۔ "کیا ہوا بانو۔۔ رنگ کیوں پھیکا پڑ رہا ہے تمہارا۔؟" تیمور نے فکر مندی سے پوچھا۔

"وہ فون آیا ہے ابھی۔۔ وہ انہوں نے چچا جان کی گاڑی پر فائر کروائے ہیں جس سے چچا جان نہیں رہے۔" تیمور اور ابراہیم نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ایک ساتھ بولے۔
"کون سے چچا جان؟۔" اور تیمور کی طرف دیکھ کر بولی۔

"آپ کے ابو جی۔" تیمور نے باہر کی طرف دوڑ لگائی۔ ابراہیم نے شانزہ کو ضویا کے ہاتھوں میں احتیاط سے دیا اور تیمور کے پیچھے باہر کو بھاگا۔ جہاں اکبر رحمان پہلے سے ہی گاڑی سٹارٹ کر رہے تھے۔
"کس ہسپتال میں ہے بھائی جی۔؟"

"آؤں بیٹھوں گاڑی میں۔"

URDU Novelians

مہتاب اور شانی کی شادی کی رسومات میں پورا گاؤں مدوع تھا۔ خوشیوں اور دعاؤں میں رخصتی ہوئی تو شانی کا رو رو کے بُرا حال تھا۔ ایک تو اماں اکیلی رہ جائے گی اور گاؤں میں ماسٹرانی بننے کا خواب بھی ابھی پورا نہیں ہوا تھا جو شادی کر دی اماں نے۔ شانی نے کہا بھی ایک دو سال تک شادی نہیں کرائے گی۔ پر مہتاب نے کہا وہ اسی ہفتے شادی کرے گا نہ ایک دن کم نہ ایک دن زیادہ۔

"پتر جی ہزار کام ہوتے ہے لڑکی والوں کے لینا دینا سب کچھ تھوڑا تو وقت دو نہ۔"

"نہیں اماں میں جتنا وقت دوں گا آپ نے اتنی ہی تیاریوں میں لگ جانا ہے آپ بس دو بول پڑھا دے اور بس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ مجھے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں اگر شانی کو کچھ چاہیے ہو تو میں حاضر ہو۔" شانی دروازے کے پیچھے جھپٹی سب سن رہی تھی۔ مہتاب سب جانتا تھا۔

"اماں آپ پوچھ لیں اگر شانی نے شہر سے کچھ بھی منگوانا ہو تو بتا دے میں کل شہر جا رہا ہوں وہ سب لیتا آؤں گا۔" شانی کو مہتاب کی باتیں دل کو تو لگی تھی پر اتنا احسان نہیں لینا چاہتی تھی۔

"اماں مجھے کچھ نہیں منگوانا ہر چیز ہے۔ میرے پاس اور کچھ لینا ہو گا تو میں اور آپ لے آئیں گے۔"

ہر طرح کی تیاری حویلی میں ہونا طہ پائی تھی۔ مہتاب نے شازیب کے گھر والوں کو پر سنلی جا کے انوائٹ کیا۔ سب حیران تھے کہا شادی نہیں کرنے کی رٹ لگانے والا مہتاب کہاں ہفتے میں دو لہن لانے کو بے تاب تھا۔۔۔

مہتاب نے اپنی پسند کا لہنگا مریم کے ساتھ جا کر خریدہ اسکے علاوہ اور بہت ساری شاپنگ کی۔۔۔ ہر کام اللہ کے کرم سے خوش اصولوبی سے ہو گیا تھا۔ وہ دن بھی آگیا جب شانی مہتاب کے نام سے اس کے گھر میں موجود تھی۔ مہتاب نے سارے گھر کو پھولوں اور چراغوں سے سجایا تھا۔

"یار اب یہ چراغ کیوں؟ لائٹنگ کی تو ہے۔" شازیب نے کہا۔

یہ اس دن اسنے کالج میں شانی کے منہ سے سنا تھا۔ شانی "میں شانی کا ہر خواب سچ کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ نے جب حویلی میں قدم رکھا تو ایسا لگا کہ وہی خواب دیکھ رہی ہو۔ دل میں یہی تھا کہی آنکھ نہ کھول جائے۔"

"یہ سب خواب نہ ہو حقیقت ہو اللہ جی۔" شانی دل پر ہاتھ رکھ کر کہا۔۔۔

جبھی مہتاب کی آواز کان کے بالکل پاس سے آئی۔

"یہ خواب نہیں ہے حقیقت ہے کیا اس حقیقت میں ساری عمر کو میرے ساتھ دوگی شانی میں ہر ممکن کوشش کروں گا تمہارے ہر خواب کو تعبیر کارنگ دوں۔" شانی دھیرے سے مسکرا دی اور سر کو اثبات میں ہلادیا۔۔۔

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

ابراہیم، تیمور اور اکبر جب ہسپتال پہنچے تو سامنے رفیق بیگ کی ڈیڈ باڈی تھی۔۔ ایک دم سے تیمور کو لگا اسکے سر سے چھت ہی چھین گئی ہو وقت ایک پل میں بدل جاتا ہے اسکا اندازہ نہیں تھا۔۔ وہ باپ جس نے کبھی گرم ہوا تک نہ لگنے دی دنیا کی وہ سائیں چھین لیا گیا تھا کس نے کچھ اندازہ نہ تھا۔۔

پولیس کا کہنا تھا ان کی اطلاع کے مطابق رفیق بیگ کی گاڑی پر فائر ہوئے تھے جو کے ان کے قریبی دشمن کا کام تھا۔۔۔ ابراہیم کو کچھ دن پہلے ہونے والی پنچائت میں زمین کے ایک ٹکڑے پر کی جانے والی بحث یاد آئی جو کے اکرام جٹ کے خلاف رفیق بیگ نے پنچائت بیٹھائی تھی۔۔ تب تو اکرام نے بہت آرام سے سر جھکا لیا تھا اس فیصلے کو اس کے علاوہ کوئی واقعہ یاد نہیں آیا جو ایسی حرکت کر سکتا۔۔ اور پولیس کو اکرام جٹ کا نام دیا اب کاروائی اکرام جٹ کے خلاف کرنا تھی۔۔

رفیق بیگ کی میت کو گھر لایا گیا تو اس گھر میں جہاں کچھ دیر پہلے خوشیوں کا سماں تھا اب ہر طرف غم کے بادل چھائے ہوئے تھے۔۔ ابراہیم نے تدفین کے انتظامات اپنے سر لئے امتیاز بیگ ایک دم سے بُرھے ہو گئے ہو کسی ان کا کندا ہی کاٹ کر پھینک دیا ہو جیسے۔۔۔

ابراہیم نے اپنے حواسوں پر قابو پاتے ہوئے ہرز میداری خود سنبھالی۔۔ تو ایک دم سے احسان کا خیال آیا ان سب میں وہی دیکھائی نہ دیا۔۔ ابراہیم نے ضویا سے احسان کے متعلق پوچھا تو اس کے پاس بھی کوئی جواب نہ تھا۔۔ سب ایک دم پھر سے الٹ ہو گئے احسان کے نام سے شور مچ گیا وہ گھر پر نہیں ہے پہلے ہی ایک خبر سے سب کے حواس سلیب ہوئے تھے اس پر احسان کی گمشدگی کی خبر حواسوں پر ہتھوڑے کے مانند پری۔۔۔

واحد ملازموں میں راشی نے دیکھا تھا وہ رفیق بیگ کے ہمرا گیا تھا۔۔ اس خبر پر پولیس میں مسنگ رپورٹ کروائی گئی۔۔

★★★★★★★★★★★★★★★★

نعیمہ چچی کے لئے ایک صدمہ کم تھا جو ایک اور جوان بیٹے کی گمشدگی کی خبر سن کر دنیا آخرت سے بیگانہ ہو کر بستر کی ہو کر رہ گئی۔۔۔

”میں چھوڑوں گا نہیں اکرام جٹ کے سارے خاندان کو میرے گھر تباہ کر دیا اسکی بے مطلب کی دشمنی نے۔۔ اتنا ہی تھا اس زمین پر اسکا حق تو عدالت جاتا انسانیت سے کیوں گر گیا۔۔

میرے ابوجی کا کیا قصور تھا میرا بھائی اسے تو کوئی دنیا کی سمجھ بھی نہیں ہے صرف سولہ سال کا ہے ابراہیم کے لئے سب سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔۔ ”ابھی۔۔

کچھ دیر کی کاروائی کے بعد پولیس والوں کو احسان مل گیا پر اسکے ساتھ اتنی مار پیٹ کی گئی تھی کہ اسے ہسپتال داخل کروانا پڑا۔۔ رفیق بیگ کو سپردِ خاک کرنے کے بعد سب گھر آئے تو تیمور نے نامحسوس انداز سے نظرے سے بجا کے بلیک مارکٹ سے پستول گولیا اور رافل خریدہ جس کی کسی کو کانوں کان خبر

نہ ہوئی اور دن چڑے اکرام جٹ کے ڈیڑے پر چند کندوں کے ساتھ مل کر حملہ کر دیا۔ اکرام جٹ تو ملک سے فرار ہو چکا تھا اپنی سیاسی پاٹیوں کی مدد سے پر اسکا ایک بیٹا اور پوتا مارا گئے فائر سے۔۔ گولیوں کی بارش دونوں طرف سے ہو رہی تھی۔۔

پولیس والوں کو خبر ملی تو انہوں نے ابراہیم کو آگاکیا۔ جس نے بنا کچھ دیکھے اکرام جٹ کے ڈیڑے کی روانہ ہوا۔ وہاں ہر طرف سے گولیوں کی آوازیں آرہی تھی۔۔ ابراہیم نے اپنی ساری جان لگا کے تیمور کو آواز لگائی۔۔ پر تیمور اپنے حواسوں میں ہوتا تو جواب دیتا بدلے کی آگ ایسی آگ ہوتی ہے جو خاندان کے خاندالے کر ڈوبتی ہے کچھ یہاں بھی ایسا ہوا پولیس کے بروقت پہنچنے سے ماحول پر قابو تو ڈالا گیا پر جانی نقصان بہت زیادہ ہوا۔۔ سب قابووں میں تھا تیمور کو ہتھ کریاں لگی پولیس وین میں بیٹھایا جا رہا تھا اچانک سے ایک گوی ابراہیم کے سینے پر لگی بالکل دل کے اوپر۔۔ ماڑنے والا پہلے انتہائی زخمی تھا پر اپنا بدلہ لینا نہیں بھولا۔۔ وہ اکرام جٹ کا بڑا بیٹا نواز جٹ تھا جسے اپنے باپ کی خبر تو سب تھی کیا کرتا پھیرتا ہے پر اس میں کوئی انٹرفیر نہ کیا۔۔ کبھی کبھی آپ ظالم کو نہ روکنے کی وجہ سے اس ظلم کا خود شکار ہو جاتے ہے نواز کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔۔ تیمور نے نواز کی آنکھوں کے سامنے ان کے بیٹے پر فائیر کیا تھا۔۔ جسے وہ برداست نہ کر سکا اور جان ہار گیا تھا۔۔ خود کو بھی گولیاں لگی تھی پر پھر بھی بدلہ لیا کسی اور کے گھر کا چراغ مٹا کر۔۔ ظلم اور بدلہ کسی کا گھر نہیں دیکھتا اگر وقت پر نہ روکا جائے تو تباہی مقدر بن جاتی ہے۔۔

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

ابراہیم کو جن آنکھوں سے عشق ہوا تھا۔۔ جن میں کبھی آنسو نہ آنے کا وعدہ کیا تھا ان آنکھوں میں سوایئے قرب کے کچھ نہ بچا تھا۔۔ ضویا کی بنپلکے چھپکائے اپنے سامنے ابراہیم کا بے جان پر اوجود دیکھ رہی تھی کبھی ایسے بھی دنیا جڑتی ہے کسی کی ایک پل میں سب تباہ ہو چکا تھا۔۔ اسکا گھر اسکی زندگی کچھ باقی ہی نہ بچا تھا۔۔ بے جی نے آگے برہ کر ضویا کو اپنے سینے میں جھپا لیا۔۔ اور پھوٹ پھوٹ کے رودی انکی اکلوتی پوتی کی زندگی اُجر چکی تھی جو ستے میں کچھ بول ہی نہیں پار ہی تھی۔۔ ابراہیم کا جنازہ جب اٹھایا گیا تو ایک دم سے ضویا کو لگا وہ اب اس وجود کو ساری زندگی نہیں دیکھ پائے گی سب اتنی جلدی چھین جائے گا اسکو پتہ بھی نہ چلا اور سب کے بچے جا کے ضویا نے چار پائی کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا کوئی کہی نہیں لے کر جائے گا ان کو میں کسی کو اجازت نہیں دوں گی ان کو لے جانے کی۔۔ یہ ایسے کیسے جاسکتے ہیں بے جی انہوں نے تو وعدہ کیا تھا ساری زندگی ساتھ نبھانے کا پھر کسے مجھے بے سہارا چھوڑ کے جاسکتے ہیں کیا انکوں اپنی بیٹی کا بھی خیال نہیں آیا۔۔ جو بنا بتائے ہی چلے گئے بے جی ان سے کہے نہ اٹھ جائے دیکھے میں نے بھی تو ان کے ساتھ مزاح کیا تھا۔۔ یہ اسکا ہی بدلہ لے رہے ہیں میں جانتی ہو یہ ابھی اٹھ جائے گے۔۔ بے جی کی اپنی حالت غیر ہو رہی تھی اپنی جو یا کا یہ حال دیکھ کر کوئی محبت کی داستان اتنی مختصر بھی ہو سکتی ہے سارا گاؤں اشک بار تھا۔۔ ہر ایک کی آنکھ میں آنسو تھے۔۔ امتیاز بیگ کا ایک کے بعد ایک کل آسا سا ہی چھن گیا ہو بھائی کی موت دیکھی اس پر جوان بیٹے کو بے جان دیکھ کے دھڑکنوں نے ساتھ دینا ہی چھوڑ دیا کوئی امید نہ باقی رہی اور دل میں درد اٹھا اور ہسپتال لے جایا گیا۔۔ بے جی بہت مشکل سے ضویا کو سنبھالا۔۔ اور ابراہیم کی آخری سب رسومات اکبر رحمان نے کروائی۔۔

★★★★★★★★★★★★★★★★

URDU NOVELIANS

کدی آمل سانول یاروے
میرے لوں لوں چیخ نکاروے

میری جندڑی ہوئی اُداس وے
میرا سانول آس نہ پاس وے

مجھے ملے نہ چار کہان وے
کدی آمل سانول یاروے

تجھ ہر جانی کی بانہوں میں
اور پیار پریت کی راہوں میں

میں تو بیٹھی سب کچھ ہاروے
کدی آمل سانول یاروے۔



ضویا نے دنیا اور دنیا والوں سے منہ ہی پھیر لیا تھا۔ جب سے ابراہیم کی وفات ہوئی تھی اپنے آپ کو ایک کمرے میں بند کیے رکھتی تھی۔ بے جی زبردستی کھانا کھلا دیتی تو کھالیتی ورنہ ہر وقت شانزہ کو ہاتھوں میں لیے بیٹھی رہتی کسی قیمتی متاع کی طرح کبھی بیٹھے بیٹھے رونے لگ جاتی۔ کبھی گم سم سی کھوئی رہتی۔ اکبر نے ہر ممکن کوشش کر لی کہ وہ کمرے سے باہر آئے کچھ غم ہلکا ہو پر وہ تو بس ایک ہی بات دوہراتی۔

"ویر جی وہ اتنے دور کیوں چلے گئے۔ مجھے اکیلا چھوڑ کر کیا انکو میری یاد نا آتی ہو گی۔ وہ تو کہتے تھے میرے بغیر نہ رہیں گے۔ اب کسے ہمارے بغیر رہ رہے ہونگے۔" اکبر کی آنکھیں بھر آئی پر وہ کیا جواب دے جانے والے کبھی لوٹ کر نہیں آتے ہمیں ہی ان کے پاس جانا پڑتا ہے۔

"ضویا تو تے میرے بہت سمجھدار بہن ہے نہ چھوڑ دے یہ جوگ کچھ نہیں ملنا اپنی بچی کی طرف دیکھ اسکے لئے جینا ہے تم کو۔"

"ویر جی اسکے لئے ہی تو جی رہی ہو ورنہ میں تو ابراہیم کے ساتھ ہی مر گئی ہوتی۔ میں تو حیران ہوا اب تک سانس کیسے لے رہی ہوں یا مجھے ان سے اتنی محبت ہی نہ تھی جو ان کے ساتھ ہی مر گئی ہوتی۔" اکبر نے تڑپ کے اپنی چھوٹی سی بہن کو گلے سے لگایا اور دونوں کتنی دیر تک روتے رہے۔ بے جی کمرے میں جب بھی آئی تو دونوں بہن بھائی رو رہے تھے۔ بے جی نے ضویا کے سامنے اپنی ساری طاقت جمع کر کے مسکرا کے سامنے آتی تھی۔

"اکبر بس کر پہلے ہی جو یا نے اپنا حال بگاڑ رکھا ہے اوپر سے تو اور رولا رہا ہے اسکی ہمت بن پر نہیں اسکے ساتھ مل کے رونے لگ جاتا ہے۔"

"ماں جی میں تو کبھی کچھ نہیں مانگا تھا اب سے صرف اسکے اچھے نصیب ہی تو مانگے تھے وہ بھی نہ دیئے اسنے۔"

"نہ اکبر پتر ایسی باتیں نہیں کرتے وہ سوہنا ناراض ہو جاتا ہے۔ وہ تو اپنے پسندیدہ بندوں کو مشکل میں ڈالتا ہے کہ وہ اسکے قریب سے قریب تر ہو جائے۔ جب ہم خوش ہوتے ہیں تم اس وقت کیوں نہیں کہتے کہ اسنے ہمیں خوشیاں عطا کی ہے۔ دکھ پر شکوے کرنے لگ جاتے ہیں۔ آزمائش دیتا ہے پر برداشت سے زیادہ نہیں ہر حال میں شکر گزار ہونا چاہیے اگر اچھا وقت نہیں رہتا تو بُرا بھی کب ٹھہرتا ہے۔ ہر حال میں شکر ادا کرتے رہوں پھر دیکھوں کیسے دنیا اور آخرت میں نوازتا ہے۔"

"اور اسکی امانت تھی لے گیا۔۔ ہم کون ہوتے ہے اچھا بُرا سوچنے والے وہ ہم سے بہتر سوچنے والا ہے۔"

شانی آئی۔ سی۔ یو میں تھی۔ زیادہ خطرے کی بات نہ تھی گولی بازوں پر لگی تھی۔ مارنے والا یا تو کچا کھلاڑی تھا یا صرف ڈرانا چاہتا تھا۔

کچھ گھنٹوں کے بعد شانی کو ہوش آیا تو درد سے چلا اٹھی۔ سب لوگ ہسپتال کے کورڈیٹور میں مابود تھے۔ ڈاکٹر نے ملنے کی اجازت دی تو اماں رشیدہ سے رہانہ گیا۔ اور شانی کے پاس پہنچی۔۔

"شاننی جلدی صحیح ہو جا میرے بچے میں تجھے اس حال میں نہیں دیکھ سکتی۔

"اماں کچھ نہیں ہوا دیکھوں بھلی چنگی ہوں میں اور ڈاکٹر نے بھی کہا ہے جلدی سے بھاگنے دوڑنے لگ اور نظریں کسی کی تلاش میں دوڑائی۔ شازیب نے شانی کی نظر میں بے چینی "جانا ہے پریشان مت ہو۔

URDU NOVELIANS

دیکھی تو سمجھ گیا۔ "اپنے میاں صاحب کو ڈھونڈ رہی ہو تو وہ نہیں ملنے والے کیونکہ وہ شکرانے کے نفل ادا کر رہا ہے۔ بہت زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔"

شانی نے خفت سے بات بدلتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ پتہ ہے کن لوگوں نے گولی چلائی۔"

"بھابھی جی آپ فکر مت ہی کرو آپ کے میاں جی پتہ کروالیں گے۔" مہتاب کمرے میں آیا جو کے شانی کی اس حالت کا خود کو ذمے دار مان رہا تھا۔

"یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔ مجھے دھمکی بھری کالز آتی تھیں پر میں نے ان پر کان نہیں دھڑا اور خدا نخواستہ کچھ ہو جاتا تو کیا منہ دیکھاتا اماں کو۔"

"نا باؤ جی کیسی بات کرتے ہو آپ اس میں بھلا آپ کا کیا قصور آپ نے تو ایسا نہیں چاہا تھا۔ اور جو زخم قسمت میں لکھے ہو وہ مل کر ہی رہتے ہیں۔"

★★★★★★★★★★★★★★★★

مہتاب نے شانی کے خیال رکھنے میں کو کسر نہ اٹھائی رکھی ہر کام اسکے کرتا تھا۔
"شانی کتنا تنگ کرتی ہو کھانا کھاتے ہوئے شاباش جلدی سے منہ کھولوں۔"

"باؤ جی میں اور نہیں کھا سکتی۔ قسم سے اگر مجھے بھوک لگے گی تو میں آپ کو بتا دوں گی۔ آپ پریشان مت ہوں۔ پہلے ہی میرا ہر کام آپ خود کر رہے ہیں مجھے بہت عجیب لگتا ہے۔"

URDU NOVELIANS

"بیگم صاحبہ اب تو آپ کی خد متیں ساری زندگی کرنی ہیں اس میں عجیب لگنے والی کیا بات ہے۔ اگر میرے ساتھ یہ حادثہ ہوتا تو کیا تم یہ سب نہ کرتی۔"

"اللہ نہ کرے۔۔ میں بالکل سب کچھ کرتی وہ میرا فرض ہوتا۔"

"تو جناب یہ میرا بھی کچھ فرض بنتا ہے کے نہیں۔ ویسے بھی کچھ دن ہی خد متیں کروالوں ساری زندگی تو میں نے ہی کروانی ہیں تم سے خد متیں۔"

"بہت مطلبی انسان ہے آپ۔"

"جی۔ تھنک یو سو میچ مائی لو۔"

★★★★★★★★★★★★★★★★

شانی سو کے اٹھی تو پاس کوئی نہیں تھا۔۔ حویلی میں بھی نوکروں کے سوا کوئی نظر نہ آیا تو ماں جی کمرے کی طرف ہولی کے وہاں ہو کوئی۔۔

شانی چوہدرائیں کی غیر موجودگی میں انکے کمرے میں گئی تھی۔ اچانک سے شیلف پر پڑی فوٹو البم پر نظر پڑی تو خوشی سے لے کر بیٹھ گئی کے مہتاب کے بچپن کی تصویریں ہو نکلیں۔ پر جب تصویرے دیکھنا شروع کی تو وہ کسی لڑکی تھی جو ہو بھو شانی کو اپنی پر چھائی لگی۔

"یا اللہ یہ کون ہے بالکل مجھے جیسی ہیں۔ میری کوئی بہن بھی تھی پر میں تو ساری زندگی اماں کے ساتھ اکیلے رہی ہو۔ اف ف کس سے پوچھوں کوئی ہے بھی نہیں اس وقت گھر پر۔"

URDU NOVELIANS

اتنے میں مجیدہ کمرے میں آئی تو شانی کو اس طرح چوہدرائیں کے کمرے دیکھ کے بولی۔ "شانہی چوہدرائیں بہت غصہ کرتی ہیں۔ انکی چیزوں کو جب بھی ہاتھ لگایا جائے اور چل یہاں سے ورنہ تمہاری خیر نہیں۔"

"آپا مجیدہ آپ کتنے عرصے یہاں کام کر رہی ہو۔؟"

"میں تو جب چوہدرائیں کی شادی ہوئی تھی۔ تب انکے ساتھ آئی تھی۔"

"مطلب میں جو پوچھوں گی آپ وہ سب جانتی ہوں گی۔۔ ہے نہ؟"

"کیا پوچھنا ہے؟"

"یہ تصویر میں کون لڑکی ہے۔ میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا ہے ان کو یہاں یا یہ کہی اور رہتی ہیں۔؟"

مجیدہ نے تصویر کو غور سے دیکھا پھر افسوس سے بولی۔

"حق ہا۔۔ کیا بتاؤں اس بد قسمت کے بارے میں تم کو۔۔ بہت چھوٹی عمر میں بڑے بڑے دکھ جھیلے

بچاری نے۔"

"ہے کون۔؟"

"اپنے بڑے چوہدری اکبر رحمان ملک جی ہے تھے انکی بہن تھی جی۔ شوہر کے مرنے کے بعد ایسا جوگ

لیا عدت کے لئے کمرے میں گئی پر کبھی باہر نہ نکلنے کی قسم ہی کھالی تھی۔ جب کہ چھوٹی سی بیٹی بھی تھی

ان کی یہی کوئی سال کی ہوگی۔ پتہ نہیں کہاں غائب ہو گئی۔ اسکے بعد تو جینے کا مقصد ہی ختم ہو گیا تھا انکے

لئے۔ رورو کے اپنی جان ہی دے دی تھی۔ اتنا روتی تھی کہ ساری حویلی انکے غم میں برابر کی شریک

تھی۔ اور ایک دن تو ایسا سوئی کے اٹھی نہیں۔ سارے دکھ درد جیسے ختم ہو گئے ہوں۔ جہاں گاؤں میں

URDU NOVELIANS

لڑکیاں ضویا جیسی قسمت کی دعا کیا کرتی تھی۔ وہاں یہ وقت بھی آیا کہ اللہ اس نمائی جیسی قسمت کسی کو نہ دے۔"

"ایسا کیا ہوا تھا جو اس حال میں پہنچ گئی تھی۔؟"

"ہونا کیا تھا۔ شوہر پر مل والوں نے جان لیوا حملہ کر دیا تھا۔ دیور چچا سر سب ہلاک ہو گئے تھے۔ اسکی تو زندگی اک گھڑی میں بدل گئی تھی۔ اسی لئے آج تک جنوں کی نہ چوہدریوں اور آپس میں بنی۔۔ دشمنی ہے تب سے۔"

"مجھے اماں نے کبھی نہیں بتایا تھا اس بارے میں وہ تو آپ سے بھی پہلے یہاں ہی کام کرتی تھی یہی پل بڑھی تھی۔ اتنا تو انہوں نے بتایا تھا۔"

★★★★★★★★★★★★★★★★

شانی کب سے پتہ نہیں کن خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی مہتاب کے آنے تک کاپتہ نہ چلا۔ جب مہتاب نے پاس آکر ماتھے پر بوسا دیا تو ایک دم سے شانی ہڑبڑا کے پیچھے کو ہوئی۔

کیا تم رورہی تھی؟" کیا ہوا کچھ غلط کیا میں نے۔؟" مہتاب نے اسکی عجیب سی حالت کو دیکھا تو پوچھا۔۔
"کسی نے کچھ کہا۔؟"

"نہیں میں تو کچھ سوچ رہی تھی۔"

"واہ آج تو بہت پتے کی بات پتہ چلی ہے کے شانی صاحبہ سوچتی بھی ہیں۔"

"میں آپ سے کچھ پوچھو تو کیا آپ سچ سچ بتائیں گے۔؟"

URDU NOVELIANS

"ہاں پوچھو کیا پوچھنا ہے۔۔؟ اگر شادی سے پہلے میرے کتنے افیر تھے پوچھنا ہے پہلے ہی بتا دو تم میرا پہلا اور آخری افیر ہو۔"

"نہیں مجھے اسکے بارے میں نہیں جاننا میں ضویا جی کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"ضویا۔۔ یہ نام کہاں سے پتہ چلا تم کو۔؟"

"میں جانتی وہ آپ کی بوا تھی اب اس دنیا میں نہیں رہی۔ میں سب جانتی ہو۔"

"کس نے بتایا تم کو یہ سب۔؟ اماں نے کبھی نہیں بتایا ہو گا۔ ماجی یہ بات کرے گی نہیں تم سے مریم صحیح سے واقف نہیں پھر کون ہو سکتا ہے۔؟"

"آپ اس طرح کیوں حساب کتاب لگا رہے ہیں۔ آپا مجیدہ نے بتایا ہے سب۔ اور اب تو میں بھی اس گھر کا فرد ہو مجھے بھی سب پتہ ہونا چاہیے۔ اس لئے پوچھ رہی ہوں۔ ماں جی سے پوچھو گی تو پتہ نہیں بُرا ہی نہ مان جائیں۔"

"آپ میرے سر کی قسم کھاؤ کے جو میں پوچھوں گی وہ سچ سچ بتاؤں گے۔"

"شانی جو پوچھنا ہے پوچھو قسم کہاں سے آگئی ہے اس میں۔"

"نہیں آپ پہلے قسم کھائیں۔"

"او کے بابا میں قسم کھاتا ہوں میں جو جو کہوں گا سچ کہا گا سچ کو سوا کچھ نہیں کہوں گا۔۔ بس ہو گیا یقین۔"

شانی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ابراہیم اور ضویا میرے امی بابا تھے نہ۔"

مہتاب کا ایک دم سے رنگ اڑ گیا۔

"یہ تم کو کس نے کہا؟"

"دیکھیے آپ نے قسم کھائی ہے کوئی جھوٹ نہیں نہ ہی کچھ چھپائیں گے۔" مہتاب نے سر اسباب میں ہلایا دیکھوں جو بتاؤ گا ہمت سے سننا اور کسی کو اس میں غلط مت سمجھنا۔ تمہارا اس حویلی دور رکھنا ماں جی کا فیصلہ تھا۔ تم کو کچھ وقت کے لئے دور کیا جائے تو پتہ نہیں ہوا اپنا ردہ بدل لے اور اپنی قدم توڑ لے کمرے سے نکلنے کی۔۔۔ پر کسی کو ذراہ بھی خیال نہیں آیا تھا کہ انکے ساتھ یہ سب بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ اماں نے صرف تمہاری بھلائی سوچی تھی پر بُرا نہیں سوچا تھا کچھ بھی۔۔۔ اور

ساری کہانی سنائی ابراہیم کی اور ضویا بواکی۔ شانی نے سنتے سنتے ہچکیوں سے رونا شروع کر دیا۔

"کاش کے میں کبھی اپنے ماں باپ سے مل سکتی۔ اماں نے بھی کبھی نہیں بتایا۔۔۔ کوئی اپنے ماں باپ کو ساتھ ”جانے بغیر اتنی زندگی گزار سکتا ہے میری طرف دیکھوں کیسے سب سے انجان تھی میں۔۔۔ ساتھ روئی جا رہی تھی۔۔۔ دیکھوں شانی اماں کو یہی ڈر تھا کہ جسنوں نے تمہارے خاندان پر حملہ کیا کہی تم کو نقصان نہ پہنچا دے ایسی لئے رشیدہ اماں تم کو لے کر اپنے آبائی کھر چلی گئی تھی جب تم دس سال کی ہوئی تو واپس یہاں آ گئی تھی۔۔۔ اور سب کو یہی پتہ تھا کہ تم رشیدہ اماں کی بیٹی ہو۔۔۔ رشیدہ اماں نے تمہاری وجہ سے شادی نہ کی کہ تم انکی بہترین دوست کی نشانی ہو۔۔۔ ان سے بد غمان کبھی مت ہونا۔۔۔ تم ”کو یہ سب کیسے پتہ چلا وہ بتاؤ۔

"میں جب ماں جی کے کمرے میں تصویریں دیکھی تو مجھے بالکل اپنی کاپی لگی۔ اسکے بعد میں نے مجیدہ آپا سے پوچھا۔ پھر مجیدہ آپا کے کمرے سے چلے جانے کے بعد ماں جی کے کمرے کی تلاشی لی کے کچھ نہ کچھ مل ہی جائے جس میں میرے شک کی تصدیق ہو سکے تو جانتے ہیں مجھے کیا ملا۔" شانی نیلے رنگ کی فائل

مہتاب کے آگے رکھی۔ وہی فائل جس کو دیکھ کو چوہدرائے نے شانی سے شادی کرنے پر ہامی بھری تھی۔

"یہ۔۔ یہ فائل۔ کیا تم نے سب پڑھ لیا ہے۔؟"

جس میں برتھ سرٹیفکیٹ ہے شانی کی تصویریں ضویا اور ابراہیم کے ساتھ تھی۔ اور تیمور کے امتیاز اور احسان کے متعلق سب کچھ تھا اور شانی کی جائیدات کی معلومات سب تھا۔

"اس سب کے بعد کیا میں اپنے خاندان والوں سے ملنے کا حق نہیں رکھ سکتی کیا۔ میں پوچھنا چاہتی ان سب سے۔ کیوں کسی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا کیوں۔؟" شانی بھوٹ بھوٹ کے رو رہی تھی۔ مہتاب نے اپنے دونوں ہاتھ کی انگلیوں سے آنسو صاف کیے اور اپنے ساتھ لگا لیا شانی کتنی دیر تک یوہی روتی رہی جیسے سب اپنے آج ہی اس سے کچھڑیں ہوں۔

"میں ان مل والوں سے گن گن کر بدلہ لوں گی۔ جنہوں نے ہمارے گھر کی خوشیاں چھینی تھیں۔ میں بھی انکا سکھ چین سب کچھ چھین لوں گی۔"

"بس شانی بہت ہوا۔ کیا مل جائے گا یہ سب کر کے کب تک یہ نفرتوں کی آگ کو ہوا دیتے رہنا ہے نسلوں کی نسلیں ختم ہو جاتی ہیں اس آگ سے۔ حاصل کیا ہوتا ہے کچھ بھی نہیں صرف نقصان ہوتا ہے بس۔۔ اور کچھ بھی نہیں۔ تیمور چاچو نے اپنی ساری زندگی جیل میں گزار دی ہے۔ احسان چاچو ملک سے باہر ہے واپس کبھی نہیں آئے۔ تمہارے دادا جان نہیں رہے۔ اب اگر تم بھی اپنے چچا کے نقشے قدم پر چلنا چاہتی ہو تو پھر بھی میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پر جو انصاف اللہ کرتا ہے وہ کوئی نہیں کر سکتا۔ اکرام جٹ نے بھی بیٹے اور پوتے کو کھویا تھا۔ پھر اسے بیٹے نے اسے بدلا لیا۔ کیونکہ اسکے باپ کی ہی وجہ سے

URDU NOVELIANS

انہیں اپنی بیٹی کو مٹی کے سپرد کیا تھا۔ اس میں اسکے بیٹے یا اُس کے پوتے کا کیا قصور تھا۔ اگر تم سچ مچ اللہ سے انصاف چاہتی ہو تو اللہ پر سب چھوڑ دو وہ سب بہتر کرنے والا ہے۔"

★★★★★★★★★★★★

تیمور کو سترہ سال قیدِ بامشقت کی سزا ملی تھی۔ ان سالوں میں ایک بھی دن ایسا نہ تھا جس دن اس نے ابراہیم کے بارے میں نہ سوچا ہو۔

"کاش کے میں مر جاتا ابراہیم تم کیوں چلے گئے۔ تمہارا تو کوئی قصور نہیں تھا۔ آخر کیوں آئے تھے مجھے بچانے۔ کاش کے سب پہلے جیسا ہو پاتا کاش۔" زندگی میں ایک کاش لفظ ہی ایسا ہوتا ہے جو اذیت سے بھرا ہوتا ہے۔ سترہ سال کی سزا کے بعد جب تیمور جیل سے رہا ہوا تو مہتاب لینے گیا تھا۔ نعمہ چچی اور احسان بھی ملک واپس آئے تھے تیمور کی رہائی پر۔

احسان نے آگے بڑھ کر تیمور کو بھیج لیا تو دونوں بھائی خوب روئے۔

"اتنے عرصے بعد دیکھا ہے تم کو بہت بڑے ہو گئے ہو۔"

"ہاں تینتیس سال ہو گیا ہو بڑا تو لگوں گا ہی۔"

"یار اتنا وقت بیت گیا مجھے تو ایسا لگتا صدیاں گزار کر دنیا میں آیا ہوں۔" تیمور اپنی ماں سے ملا تو ان کو اتنی ضعیف لگیں۔۔ نہیں تو یہ وہ لیڈی تھی جو گاؤں میں رہنے کے باوجود رہن سہن شہری کہلاتی تھیں۔

"امی جی پہچانا مجھے؟"

"ماں ہوں تمہاری اولاد کو نہیں پہچانوں گی کیا۔ میرے لئے تو وقت وہی تھم گیا تھا۔ جب تم نے آخری دفعہ کہا تھا بار بار مجھے جیل میں ملنے مت آیا کرو اذیت میں اضافہ ہوتا ہے پھر لاکھ کوششوں پر بھی نہ

ملنے آئے۔ کیسے گزرے یہ سال میں ہی جانتی ہو۔" مہتاب سب کے جذباتی کلمات سن رہا تھا اور اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا۔ تیمور نے اجنبی چہرے کی طرف دیکھا اور سوالیہ نظروں سے پوچھا۔ "کون ہو بھائی تم۔"

"چاچو پہچانا نہیں مجھے۔۔؟ میں مانی ہوں۔"

"آپ کی شانزہ کا شوہر۔" تیمور نے شانزہ کا نام سنا ایک دم سے ابراہیم یاد آ گیا بھابی کا پیار سب آنکھوں کے سامنے آ گیا۔

"شانزہ نہیں آئی۔؟"

"وہ آپ کا گھر میں انتظار کر رہی ہے۔"

★★★★★★★★★★★★★★★★

سب گھر پہنچے تو ایک دفعہ بھر سے حویلی میں خوشیوں کا راج قائم ہو گیا۔ چوہدرائے نے بھی شانی سے اپنی غلطی پر معافی مانگی تھی۔

"شانی میری دھی رانی میں کبھی تیرا برا نہیں چاہا تھا۔ بھلائی کرنی چاہی تھی چوہدری صاحب کی حالت نہیں دیکھی جاتی تھی۔ میں نے سے سوچا ایک دن تو نظر نہ آئے گی ضویا کو تو وہ اپنا جوگ ترک کر کے باہر آ جائے گی۔ پر میری اس غلطی پر اسکی جان چلی گئی مجھے معاف کر دے میری دھی۔ میں ساری عمر بھی اسکا ازالا کرو تب بھی کم ہے۔ تجھے یہاں سے دور اس لئے رکھا تھا کہ تیری شکل ہو بخو ضویا سے ملتی تھی اگر پھر سے اکرام جٹ کا دماغ گھوم جاتا تو پھر سے بدلہ نہ لینے بیٹھ جاتا۔ میں سوچ بھی نہ سکتی تھی آگے کچھ اور ہو۔۔ حویلی میں ہزار پابندیاں ہوتی۔ حویلی سے دور رہتی اور سب لوگوں سے او جھل تو

آزاد گھومتی پھرتی رہی۔ ورنہ قیدیوں سی زندگی ہو جاتی تیری۔ اگر میں پھر بھی غلط کیا میں ہاتھ جوڑتی ہو تیرے آگے۔!"

"نہیں ماں جی اب اور نہیں جو ہونا تھا ہو گیا۔ شاہد یہی قسمت تھی اور ایسا ہی ہونا تھا سب۔ آپ ہاتھ مت جوڑیں۔"

★★★★★★★★★★★★★★★★

تیمور گاؤں دیکھنے نکلا تو کچھ بھی پہلے جیسا نہیں تھا ہر چیز بدل چکی تھی۔ ان سالوں میں۔۔۔ چلتے چلتے کب قدم بانو کے گھر کی طرف گئے پتہ ہی نہ چلا۔ گیٹ کے پاس جا کے سوچنے لگ گیا کیا کرے اندر جائے یا واپس ہو جائے۔ اب سب بدل گیا کیا پتہ بانو یہاں ہو بھی نہ اتنے سالوں میں تو شادی ہو گئی ہو گی اسکی۔ واپسی کو قدم واپس لئے تو بانو کے بھائی اسجد سے ٹکراؤ ہو گیا۔ جو چھٹ سے پہچان گیا تھا۔

"آپ وہی ہے نہ ابراہیم بھائی کے بھائی تیمور۔؟" تیمورے اثبات میں سر ہلایا۔

"آئیے اندر چلیں سب آپ سے مل کے بہت خوش ہونگے۔۔۔ پتہ چلا تھا صبح آپ کا کے کل رات ہی آئیں ہیں۔" اندر گیا تو سب بہت خوشی سے ملے۔ پر پتہ نہیں تیمور کو کسی کا انتظار تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کے کوئی نہیں رہا اسکا انتظار کرنے والا۔

بانو کی بابا کے پاس تیمور نظرے جھکا کے سب سن رہے تھے اسکے بعد کیا کیا ہوا تھا گاؤں میں۔ ایک خیال آنے پر بانو کے بابا نے پوچھا۔ "شادی کیا ارادہ پتر جی اب"۔ تیمور نے پتہ نہیں کیوں طنز سمجھا۔

"اب کیسی شادی چچا جی سینتیس سال کا ہو گیا ہوں اور اب شادی کر کے کیا کرنا ہے۔"

"بیٹاجی ایک بات کرنا تھی پتہ نہیں آپ کو اچھی لگے بھی یا نہیں۔ پر جب آپ کے والد کا انتقال ہوا تھا تو ابراہیم آیا تھا ہمارے پاس ساتھ میں امتیاز صاحب بھی تھے۔ تمہاری ذہنی کیفیت کو سمجھتے ہوئے انکا کہنا تھا کہ چہلم کے بعد تمہارا نکاح پڑھا دیا جائے تاکہ جن اذیتوں کا شکار تم ہو اس میں سے نکل سکو۔ اور ہمارے ہاں بیٹی جس کے نام سے منسوب ہو جاتی ہے مرتے دم تک اسی کے نام سے بیٹھی رہتی ہے۔"

"کیا مطلب۔؟" تیمور کو بات کی زرا سمجھ نہ آئی کے وہ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔

"بیٹاجی آپ کی والدہ سے تو عرصہ ہوا بات ہوئی کہ انہوں نے کہا تھا جب بھی تم لوٹو گے تمہاری شادی کروا دے گے بانو سے۔ اور ہم جو زبان دیتے ہیں پھر کبھی مکر تے نہیں ہے۔ بانو گاؤں کے کلاںج میں پروفیسر ہے پر آج تک شادی نہیں کی۔ میری عمر اتنی ہو گئی پتہ نہیں کب اس سونے رب کا بلاوہ آجائے اس لئے میں اس بھار کو بھی سر سے اتارنا چاہتا ہوں۔"

تیمور کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ خوش ہوئے کے روئے۔ ابراہیم نے کب کب بھائی ہونے کا فرض ادا نہ کیا تھا۔ اس پر چلنے والی گولی اپنے سینے پر کھائی اس کی پسند کا رشتہ باندھ گیا تھا۔ اور اسنے قانون کو ہاتھ میں لے کر کیا کیا غلط نہ کیا تھا۔ بدلہ لینے کے چکر میں۔ تیمور نے اثبات میں سر ہلا کر ہامی بھری بانو کے والد آبدیدہ ہو گئے تھے۔

★★★★★★★★★★★★★★★★

تیمور چھٹی کے وقت کافی دیر سے کلاںج کے باہر کھڑا بانو کا انتظار کر رہا تھا۔ جب اچانک سے بڑی سی چادر میں لپیٹا بانو باہر نکلی تو تیمور دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ تو آج بھی نہ بدلی تھی بالکل ویسے کی ویسی تھی۔

"بانو کیسی ہو یار۔؟" بانو کے عین کچھے سے آواز آئی۔ تو بانو ایک دم سے مڑی تو تیمور کو دیکھ کر حیران ہوئی پہلے۔۔ پھر ایک ہاتھ تیمور کے چہرے پر پھیر کر خود کو جیسے یقین دلایا۔ اور وہیں بھٹوٹ بھٹوٹ کر رونے لگ گئی۔ تیمور کو سمجھے نہ آئی اسے کیا ہو اور کیا کرے وہ۔

"بانو کیا ہوا۔ یار اگر میرا آنا اچھا نہیں لگا تو میں چلا جاتا ہو پر ایسے رو تو مت۔" بانو نے نہ دیکھا وہ کالج کے باہر کھڑی ہے جہاں سے لڑکیاں ابھی بھی کالج سے باہر کو نکل رہی تھی گھوما کر زور سے ایک تھپڑ تیمور منہ پہ مارا۔ پاس جاتے لوگوں نے روک کر دیکھا۔ کچھ نے وجہ پوچھی آیا کوئی آدمی تنگ تو نہیں کر رہا۔ پر بانو نے چلا کر سب سے کہا۔ "جاؤں یہاں سے یہ ہمارے آپس کا معاملہ ہے اور تم۔"

تیمور کو انگلی سے وارن کرنے کے انداز سے کہا۔ "گاڑی میں بیٹھو۔" پھر کچھ یاد آنے پر پوچھا۔ "گاڑی چلانا جانتے ہو کے بھول گئے ہو۔" تیمور کا ہاتھ ابھی تک اپنی گال پر تھا۔ اسے یو پوچھنے پر سر کو ہلایا۔ "آتی ہے۔"

"ہاتھ ہٹاؤ اپنا اتنی تکلیف تو نہیں ہو رہی ہو گی جتنی مجھے ہوئی ہے ان وصل کے سالوں میں ہوئی ہے۔" گاڑی کی چابی تیمور کو تھمائی اور خود بگل والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"لو فرسان آج بھی باز نہ آئے تم کیسے کالج کے باہر کھڑے تھے۔" تیمور کو ایسا لگا وقت وہی سے شروع ہوا ہو جہاں سے چھوڑ کر گیا تھا۔ وہ آج بھی نہیں بدلی تھی۔

"جیل میں رہ کے عقل تو ٹھکانے آگئی ہو گی اب تک۔"

"ہاں کافی حد تک۔"

"گڈ۔"

"کہاں جانا ہے۔؟" تیمور نے گاڑی چلاتے ہوئے بانو سے پوچھا۔

"جہاں مرضی لے چلوں۔"

"مس بانو ابھی آپ مسسز نہیں بنی جو کہی بھی لے جاؤں تم کو۔"

"خیر اتنی عمر تو ہو گئی ہے کوئی کچھ نہیں کہے گا اب بچے گھر مغرب کے بعد بھی جائے تو ماں باپ نہیں پوچھتے۔ میں تو پھر کافی عمر کی لیڈی ہوں۔ کوئی سکول گونگ گرل نہیں۔"

★★★★★★★★★★★★★★★★

"شانی کو گولی جس نے ماری تھی وہ پکڑا گیا ہے مہتاب صاحب آپ پولیس آسٹیشن آکر دیکھ لو بہت بڑے لوگوں کو ہاتھ ڈالا ہے مجھے تو لگتا ہے میری خیر نہیں اب۔"

"انسپکٹر صاحب آپ نے حق سچ کی قسم اٹھا کر اپنی عوام کی مدد کرنی ہے کے بڑے لوگوں سے ڈر کر ان کا ساتھ دینا ہے۔"

"میں نے اگر بڑے لوگوں کا ساتھ دینا ہوتا تو کبھی یہ کاروائی نہ کرتا اکرام جٹ کے پوتے پہلے ہی گاؤں کے لوگوں کو بہت تنگ کر رکھا ہے۔ اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے بندے کو بندہ نہیں جانتا۔ ابھی مجھے دھمکی والی کال بھی آئی ہے کے ایف۔ آئی۔ آر خارج نہ کی تو میرا خاندان مٹا دے گے۔"

"آپ کچھ وقت روکنے میں بھی دیکھوں صاحب ہے کون اور کیا تکلیف تھی شانی سے اسکو۔"

★★★★★★★★★★★★★★★★

تیمور نے گاڑی کا رخ نہر کے پاس بنے پارک کی طرف کر دیا پارک کے آگے گاڑی روکی۔ اور دونوں اندر کوچل دیئے دونوں میں سے کوئی بات نہیں کر رہا تھا۔ تیمور چلتے چلتے نہر کے کنارے کے پاس بیٹھا اور پتھر اٹھا اٹھا کر نہر میں پھینکنے لگا۔

"اتنے سال کیوں برباد کیے میرے لئے؟"

"آہاں۔۔ مطلب سب انفارمیشن اکٹھی کر کے میرے پاس آئے ہو۔ خوش فہمی ہے تمہاری کے تمہارے لئے اتنے سال انتظار کیا۔"

"جھوٹ نہیں بولو۔ تمہاری آنکھوں میں دیکھا میں وہ سارا قرب جو ان سالوں میں میرے لئے محسوس کرتی رہی ہو۔"

"قرب نہیں اذیت کہو۔ تم نے ایک بھی پل کے لئے کسی کے بارے میں سوچا سب تباہ کر دیا۔ سب ختم کر دیا اپنے ہاتھوں سے۔" بانو غصے سے بولی۔۔

"تم نے دیکھا نہیں تھا اس دن کیا ہوا تھا۔؟ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ اپنے آپ کو بزدل نہیں ثابت کرنا چاہا تھا۔ بس اسی لئے وہ سب ہو گیا۔ میں ابراہیم کے لئے کبھی برا نہیں چاہا تھا وہ کیسے میرے اور اس گولی کے بیچ حائل ہو گیا مجھے پتہ ہی نہ چلا۔ بہت دکھ ہے مجھے اور اپنی آخری سانس تک رہے گا۔ شانزہ کے ساتھ اور بھابھی کے ساتھ ہوا۔ وہ بچی کل میرے گلے لگ کر روئی قسم سے لگائیں نے اسکی زندگی اپنے غصے اور بدلے میں خراب کر دی ہے۔"

URDU NOVELIANS

"اسنے کہا میرے بابا تو یاد نہیں پر میں آپ کو بابا بول سکتی ہو۔ مجھے اسکے اندر کے خالی پن کا احساس ہوا۔ میری چھوٹی سی شانزہ اتنی بڑی ہو گئی میں تو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ اتنی سی تھی میری گودہ میں۔۔ تیمور نے ہاتھوں کے اشارے سے بتایا۔۔

تیمور کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ بانو بالکل بھی تیمور کو احساس نہیں دلانا چاہ رہی تھی کہ وہ بدل گئی اسے بے انتہا پیار ہوا تھا ان گزرے سالوں میں اگر وہ میچور ہو کے بات کرے گی تو تیمور سنجیدہ سے سنجیدہ تر ہوتا چلا جائے گا۔ اس لئے اس نے اپنا کلندہ پن قائم رکھا اور وہی سترہ سال والی بانو بن گئی وہ اس شخص کے لئے کچھ بھی کر سکتی تھی۔۔۔ دونوں ہاتھ تیمور کے کندھے پر رکھے۔ تیمور، بانو کی طرف دیکھنے ہی لگا تھا کہ بانو نے تیمور کو نہر میں دھکا دیا۔ اور ہنسنے لگ گئی۔ تیمور نے پہلے غصے سے بانو کی اس حرکت کو دیکھا پھر اسکی ہنستے ہوئے چہرے کو اور سر جھٹک کر خود بھی مسکرا دیا۔

"تم نہیں بدلوں گی کبھی۔"

"لو بھلا جو بدل جائے اسکا نام بانو کمال تو نہ ہوا۔"

"ہاں نہیں ہوگا اب سے"

URDU Novelians

"مطلب"

"مطلب اب سے بانو تیمور جو ہونے والا ہے تمہارا نام۔" بانو نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا اسے ثابت قدم رکھا اور اس پاک ذات نے اسے ایک محبت کرنے والا ہمسفر نواز دیا تھا۔

★★★★★★★★★★★★★★★★

پاکستان کی 21 کروڑ عوام میں سے صرف 30 فیصد آبادی روزانہ 10 روپے کا جوس پئیں تو مہینے بھر روپے خرچ ہوتے ہیں۔ اور اگر آپ انہی پیسوں سے سو فٹ ڈرنک پیتے ”1800 کروڑ“ میں تقریباً ہیں

روپے پاکستان سے باہر چلے جاتے ہیں۔۔ اصل میں جوس اور سو فٹ ڈرنک ”1800 کروڑ“ تو یہ سے زیادہ قہائی ہیں۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ ”3600 کروڑ“ بنانے والی کمپنیاں روزانہ روپے بچا کر ”3600 کروڑ“ آپ گنے کے جوس اور پھلوں کے رس وغیرہ کو اپنائیں اور ملک کے ہمارے کسانوں کو دیں۔ تاکہ کسان خود کشتی جیسی حرام موت نہ مرے۔ اگر ہم یہی موقع اپنے لوکل لوگوں کو روزگار مل سکتا ”ایک کروڑ“ لوگوں کو مہیا کریں۔ تو خالی پھلوں کے رس کے کاروبار سے ہے۔ آپ کا یہ چھوٹا سا کام ملک میں خوشحالی اور ترقی لا سکتا ہے۔ لازمی نہیں ہر کام سیاست دان کریں کچھ کام ہم سب کو اپنے اوپر بھی فرض کرنے چاہئیں جیسے سپر سٹور کے علاوہ غریب پھل فروش سے پھل خرید لے ان سی مول بھاؤں کم کریں بلکہ آپ صاحب حیثیت ہیں تو ان کی مدد کر دیں۔ دور نہ جائیں اپنے آس پاس لوگوں پر نظر دوڑائیں نیکی بھی کمالیں گے اور غریب کا بھی بھلا ہوگا۔

جانتا ہوں اتنے سے کام سے بھلائی نہیں آئے گی پر کسی کو تو شروعات کرنا ہوگی۔ ہم سے ہی کیوں نہیں۔؟ دولت ہے تو اپنے ملک کے لئے کیوں نہیں۔؟ اپنے گاؤں میں ہینڈی کٹرافٹ سے بنی ملبوسات اور چیزے اصل دام ان مزدور بہنوں اور بھائیوں کو دیا جائے تو کوئی بھی کسان یا محنت کش بھوکا نہ رہے کو کسی کے آگے ہاتھ نہ پھلائیں۔۔ ہمیں خود کو بدلنا ہے۔ کوئی حکمران آ کے کیوں بدلے ہم کیوں نہ خود کو بدلیں۔ آؤں آج ہم ایک عظیم ایک وعدہ کرتے ہیں ہم سب سے پہلے اپنے آپ کو بدلیں گے تو ملک کا مستقبل خود بخود بدل جائے گا۔

چوہدری مہتاب اکبر ملک نے فیکٹریوں کے میز کے افراط پر میڈیا اور سارے گاؤں میں پیغام پہنچایا تھا۔

★★★★★★★★

جب سے مہتاب کی فیکٹریاں گاؤں میں لگی تھیں۔ اکرام جٹ کا کام ٹھنڈا پرتا جا رہا تھا۔ پوتا جیل میں تھا جس کے بل پر پورے گاؤں میں گنڈا گردی مچا رکھی تھی۔

مہتاب ہی اکرام جٹ کے پوتے کو سزا دلوائی تھی جو جیل میں اپنی سزا بھگت رہا تھا۔ بیٹا شراب کے نشے میں دھوت رہتا تھا اور غلط سنگت میں آدھی سے زیادہ دولت اُجاڑ چکا تھا۔ اکرام کے سر سے سیاست دانوں کا بھی ہاتھ اُٹھ چکا تھا سے بیٹے اور پوتے کی خبر میڈیا میں آئی تھی۔ ہر کام خسارے میں جا رہا تھا۔ بیوی بیٹیوں کبھی کچھ سمجھا ہی نہیں تھا۔ ایک دن اچانک اکرام جٹ کو فالج کا ٹیکہ ہوا اور وہ بستر مرگ پر پڑ گئیں۔ جو رہا سہا مال بیٹے نے غنیمت سمجھ کے اپنے نام کر والیا تھا اور باپ کو سرکاری ہسپتال میں چھوڑ آیا تھا۔

ہم دولت کو ہی اپنا خدا سمجھ لیتے ہیں کی ہر چیز کا حل دولت سے ہی نکالا جاسکتا ہے پر اصل میں حقیقی دولت آپ کا اخلاق ہوتا ہے۔ جو مرنے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتا ہے۔ شانی نے سب اللہ پر چھوڑی تھی تو اللہ بہترین انتقام لینے والوں میں سے ہوتا ہے۔ وہ ذات اکثر وہ کو ردیتی ہے جو آپ کبھی بھی نہیں کر سکتے۔

★★★★★★★★

دو سال ہو گئے تھے زندگی اپنی رفتار پر چل رہی تھی تیمور بیگ نے مہتاب کے ساتھ مل کے فیکٹریوں کا کام سنبھال رکھا تھا۔ اور بانو سے شادی کو بھی دو سال ہو گئیں تھے۔

URDU NOVELIANS

احسان یو کے ہی اپنی فیملی کے ساتھ سیٹل تھا پر اب نعیمہ چچی پاکستان آگئی اپنے بیٹے تیمور کے پاس۔۔

شانی نے بی۔ اے کے سپرد دینا تھے اسلئے وہ آج کل اپنی چچی کے گھر سیٹ ہوئی تھی۔۔

”کب سے فون بج رہا ہے شانی پتر دیکھ تو صحیح۔۔ جی دادو دیکھتی ہو۔۔

”ضرور صاحب کا ہو گا۔۔ فون

”اسلام علیکم۔!۔ فرمائیں

”وعلیکم اسلام۔۔ یہ اپنا سیل کیوں آف کر رکھا ہے۔

میرے خیال سے میں آپ سے تنگ ہو کے یہاں آئی تھی اپنے اگزیمنز کی تیاری کرنے چچی کے پاس۔۔

”ہاں پتہ ہے پر یار بہت یاد آرہی ہے تمہاری کیا کروں۔ اوپر سے جب دیکھوں سیل آف ملتا ہے بھول ہی جاتی ہو اپنے ملنے کے جا کر۔۔

”صاحب آپ کو کچھ کام تھا جو فون کیا آپ نے۔۔

”بہت ہی کوئی بد زوق بیوی ملی ہے مجھے میں رومیسٹنگ ہونے کی بات کر رہا ہوں اور تم کو اپنی پری ہے۔۔

”کیسے ہو رہے ہیں اگزیمنز۔۔ مہتاب نے بد مزہ ہو مروت میں پوچھ ہی لیا۔

پتہ نہیں کون سی گھڑی تھی جب تمہاری تعلیم کا بھڑا اٹھایا تھا کے پوری ہوگی تو ہی اپنی زندگی کی شروعات کرے گے۔۔ دو سال ہو گئیں ہیں آج کچھ یاد بھی ہے کہ نہیں۔۔ مجھے کو تو لگتا ہے تمہیں

”مجھ سے پیار ہی نہیں ہے۔۔

URDU NOVELIANS

”یا اللہ۔ کیسی باتیں کرتے ہو سرتاج جی ہم تو آپ کو دلوں جان سے پیار کرتے ہیں۔“

”بولوں کے پاس آ کے۔“ same to you ”ارے واہ۔ کیا میں اس پر دور دور سے

”دیکھے آپ ایسا کچھ نہیں کرے گے جب تک میرے پیپر ہے۔ آپ یہاں نہیں آئیں گے۔“

زرا پردہ ہٹاؤں میں نیچے ہی گھڑا ہو چلوں شاباش آج آخری پیپر تھا تمہارا میں سب پتہ کروا کے آیا ہو اور چچی نے بھی اجازت دے دی ہے بے صبرے انسان لے جاؤں اپنی بیوی کو۔ سو میں لینے آگیا ہوا ب ”میں اوپر آؤں یا تم نیچے آرہی ہو۔“

مجھے نہ یہ گاؤں ہی چھوڑ دینا چاہئے کچھ چھپا نہیں رہ سکتا یہاں۔ آرہی ہو دس منٹ کوئی دس منٹ نہیں ”جو کچھ سمیٹنا ہے خود ہی چچی پہنچا دے گی حویلی۔“

شانی نے فون رکھا اور نیچے کو بھاگی۔ اور سیدہ مہتاب کے پاس جا کے روکی ”لو جناب آگئی ہو چلوں حویلی۔“

”اتنی جلدی بھی کیا ہے ابھی تو شام انجوائے کرتے ہے بھر جائے گے۔“

مہتاب نے آنکھ ماڑ کے شانی سے کہا اور ڈریسور سیٹ سنبھالی۔
”کہاں جا رہے ہیں ہم۔“

”سپریز ہے یا ایسے کیسے بتا دو۔“

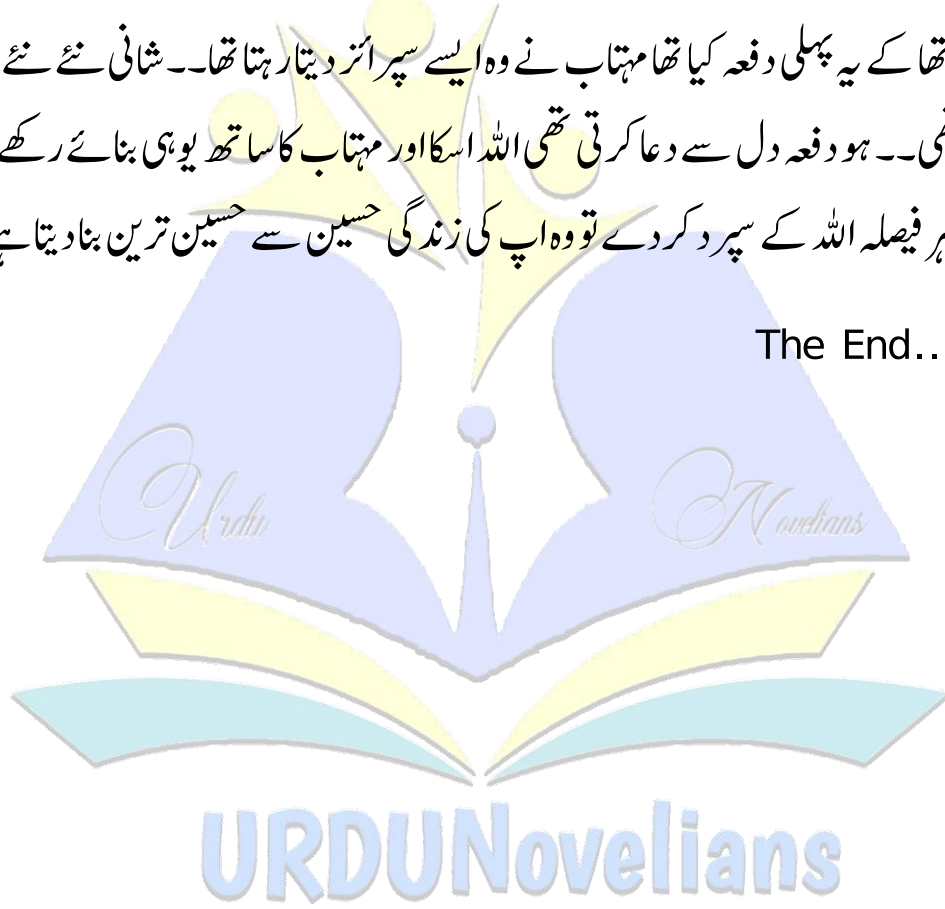
”آپ مجھے زمینوں پر لے جا رہے ہیں۔؟“

مہتاب نے بس شانی کی طرف دیکھنے پر ہی اتفاق کیا۔ جب پہنچے تو شانی کو اندھیر میں کچھ نظر نہ آیا۔

URDU NOVELIANS

”یہاں تو رات ہو گئی ہے اور لائٹ بھی نہیں ہے اندھری میں چوہے اور سانپوں کا شکار کرنا ہے۔۔۔
مہتاب نے چونکی بجائی ایک دم سے ہر طرف روشنی ہی روشنی چھا گئی تھی گھیتوں کے بیچوں بیچ ڈینگ
ٹیل گلاب کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ مہتاب نے شانی کا ہاتھ تھام کے ٹیل کے پاس لے کر گیا اور
اس کے لئے کرسی واکی اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔۔ شانی کے لئے یہ کوئی افسانوی کہانیوں سا منظر لگ رہا
تھا۔۔۔ یہ نہیں تھا کہ یہ پہلی دفعہ کیا تھا مہتاب نے وہ ایسے سپرائز دیتا رہتا تھا۔۔۔ شانی نئے نئے سپرائز کی
عادی ہو چکی تھی۔۔۔ ہو دفعہ دل سے دعا کرتی تھی اللہ اسکا اور مہتاب کا ساتھ یوہی بنائے رکھے۔۔۔ زندگی
میں اگر ہم اپنا ہر فیصلہ اللہ کے سپرد کر دے تو وہ اپ کی زندگی حسین سے حسین ترین بنا دیتا ہے۔۔۔

The End.... ♥ ♥



URDU NOVELIANS



URDU NOVELIANS

